ماہنامہ

انصار اللہ

صدق سے بھری ہوئی روحیں

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"میں اس بات کے اظہار اور اس کے شکر کے ادا کرنے کے بغیر نہیں رہ سکتا کہ خدا تعالیٰ کے فضل و کرم نے مجھے اکیلا نہیں چھوڑا- میرے ساتھ تعلق اخوت پکڑنے والے اور اس سلسلہ میں داخل ہونے والے جس کو خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے قائم کیا ہے- محبت اور اخلاص کے رنگ سے ایک عجیب طرز پر رنگین ہیں- نہ میں نے اپنی محنت سے بلکہ خدا تعالیٰ نے اپنے خاص احسان سے یہ صدق سے بھری ہوئی روحیں مجھے عطا کی ہیں-"

(فتح اسلام روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۳۵)

جولائی ۲۰۰۰ء

ایڈیٹر
نصر اللہ خاں ناصر



مخدوم الملۃ حضرت مولانا عبدالکریم سیالکوٹی

احمدی انصار کی تربیت کے لئے

ماہنامہ انصار اللہ

وفا ۱۳۷۹ ہش

جولائی ۲۰۰۰ء

ایڈیٹر

نصر اللہ خان ناصر

پبلشر:۔ چوہدری محمد ابراہیم
پرنٹر:۔ قاضی منیر احمد
مطبع:۔ ضیاء الاسلام پریس
مقام اشاعت:۔ دفتر ماہنامہ انصار اللہ
دار الصدر جنوبی چناب نگر (ربوہ)

اس شمارہ میں

جلد نمبر — ۴۱
شمارہ نمبر — ۷

شرح چندہ

پاکستان — ستر روپے سالانہ
قیمت فی پرچہ — سات روپے

اداریہ

جلسہ سالانہ

سلسلہ احمدیہ میں جلسہ سالانہ کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے اس کی بنیاد محض دینی اور للّٰہی اغراض کے لئے ہے۔ یہ قرآنی تمدن کا ایک حسین منظر ہے جس کے خدوخال قرآنی تعلیمات اور اعلیٰ دینی اقدار سے مترتب ہیں۔ اذنِ الٰہی سے جاری ہونے والا یہ جلسہ اب عالمگیر حیثیت اختیار کر گیا ہے۔ اور آج مشرق و مغرب کے رہنے والے، افریقہ کے صحراؤں اور یورپ و امریکہ کے مرغزاروں اور جزائر کے بسنے والے اس کی برکات سے متمتع ہو رہے ہیں۔

جلسہ سالانہ کی اجتماعیت اخوت و محبت کا حسین نظارہ ماہ جون کے اواخر میں انڈونیشیا کی سر زمین میں قارئین ملاحظہ کر چکے ہیں۔ اب ماہ رواں کے آخر میں انگلستان کی سرزمین میں نہایت تزک و احتشام سے اپنی تمام تر وسعتوں کے ساتھ جلسہ سالانہ کا انعقاد ہو رہا ہے۔ جس میں تمام بلاد و امصار سے احمدی احباب اپنے امام ہمام کے قدموں میں جمع ہو رہے ہیں یہ روحانی طیور یَاتِیْنَكَ سَعْیاً کے مصداق ہیں اور جو قوت پرواز نہیں رکھتے وہ بھی اپنے اپنے مقام پر احمدیہ ٹیلیویژن کے ذریعہ ان برکات سے استفادہ کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ہر لحاظ سے اس جلسہ کو اس کے اعلیٰ مقاصد پر منتج کرے۔ اور وہ آسمانی نوشتے جلد پورے ہوں۔ جن کا وعدہ امام آخر الزمانؑ سے کیا گیا تھا۔

مخلص باوفا خادم سلسلہ محترم میاں عبدالرحیم احمد صاحب وفات پا گئے۔

سلسلہ احمدیہ کے ایک نامور مخلص خادم حضرت خلیفۃ المسیح الثانی .... کے داماد محترم میاں عبدالرحیم احمد صاحب ۱۷ جون ۲۰۰۰ء کو بعمر ۸۴ سال وفات پا گئے۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔

محترم میاں صاحب موصوف محترم پروفیسر علی احمد صاحب بھاگلپوری کے فرزند ارجمند تھے۔ آپ نے علی گڑھ یونیورسٹی سے اعلیٰ امتیاز کے ساتھ گریجوایشن کے بعد ۱۹۳۶ء میں اپنی زندگی وقف کر دی اور خدمت سلسلہ میں مشغول ہو گئے اور ۴۵ سال تک مفوضہ فرائض سرانجام دیتے رہے۔

ادارہ ماہنامہ انصار اللہ محترم میاں عبدالرحیم احمد صاحب کی وفات پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ، محترمہ صاحبزادی امتہ الرشید بیگم صاحبہ آپ کے فرزند محترم ڈاکٹر ظہیر الدین منصور احمد صاحب اور صاحبزادیوں، خاندان حضرت مسیح موعودؑ اور دیگر پسماندگان سے دلی تعزیت کا اظہار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ محترم میاں صاحب کو اعلیٰ علیین میں بلند درجات عطا فرمائے۔ آمین۔ (ادارہ)

امام الکلام

"ہر ایک نیکی کی جڑ تقویٰ ہے"

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

سو اے وے تمام لوگو! جو اپنے تئیں میری جماعت شمار کرتے ہو۔ آسمان پر تم اس وقت میری جماعت شمار کئے جاؤ گے جب سچ مچ تقویٰ کی راہوں پر قدم مارو گے۔ سو اپنی پنجوقتہ نمازوں کو ایسے خوف اور حضور سے ادا کرو کہ گویا تم خدا تعالیٰ کو دیکھتے ہو۔ اور اپنے روزوں کو خدا کے لئے صدق کے ساتھ پورے کرو۔ ہر ایک جو زکوٰۃ کے لائق ہے وہ زکوٰۃ دے اور جس پر حج فرض ہو چکا ہے اور کوئی مانع نہیں وہ حج کرے۔ نیکی کو سنوار کر ادا کرو اور بدی کو بیزار ہو کر ترک کرو۔ یقیناً یاد رکھو کہ کوئی عمل خدا تک نہیں پہنچ سکتا جو تقویٰ سے خالی ہے۔ ہر ایک نیکی کی جڑ تقویٰ ہے۔ جس عمل میں یہ جڑ ضائع نہیں ہوگی وہ عمل بھی ضائع نہیں ہوگا۔ ضرور ہے کہ انواع رنج و مصیبت سے تمہارا امتحان بھی ہو جیسا کہ پہلے مومنوں کے امتحان ہوئے۔ سو خبردار رہو ایسا نہ ہو کہ ٹھوکر کھاؤ۔ زمین تمہارا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتی اگر تمہارا آسمان سے پختہ تعلق ہے۔ جب کبھی تم اپنا نقصان کرو گے تو اپنے ہاتھوں سے نہ دشمن کے ہاتھوں سے۔ اگر تمہاری زمینی عزت ساری جاتی رہے تو خدا تمہیں ایک لازوال عزت آسمان پر دے گا۔ سو تم اس کو مت چھوڑو۔ اور ضرور ہے کہ تم دکھ دئے جاؤ اور اپنی کئی امیدوں سے بے نصیب کئے جاؤ۔ سو ان صورتوں سے تم دلگیر مت ہو۔ کیونکہ تمہارا خدا تمہیں آزماتا ہے کہ تم اس کی راہ میں ثابت قدم ہو یا نہیں۔ اگر تم چاہتے ہو کہ آسمان پر فرشتے بھی تمہاری تعریف کریں تو تم ماریں کھاؤ اور خوش رہو۔ اور گالیاں سنو اور شکر کرو۔ اور ناکامیاں دیکھو اور پیوند مت توڑو۔ تم خدا کی آخری جماعت ہو۔ سو وہ عمل نیک دکھلاؤ جو اپنے کمال میں انتہائی درجہ پر ہو۔ ہر ایک جو تم میں سست ہو جائے گا وہ ایک گندی چیز کی طرح جماعت سے باہر پھینک دیا جائیگا اور حسرت سے مرے گا اور خدا کا کچھ نہ بگاڑ سکے گا۔ دیکھو میں بہت خوشی سے خبر دیتا ہوں کہ تمہار خدا درحقیقت موجود ہے۔ اگرچہ سب اسی کی مخلوق ہے لیکن وہ اس شخص کو چن لیتا ہے جو اس کو چنتا ہے۔ وہ اس کے پاس آجاتا ہے جو اس کے پاس جاتا ہے۔ جو اس کو عزت دیتا ہے وہ بھی اس کو عزت دیتا ہے۔"

(کشتی نوح۔ روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۱۵)

کلام الامام

قانون شریعت' قانون اخلاق' قانون تمدن

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی .... فرماتے ہیں:۔

"......انبیاء کے ذریعہ سے دنیا میں جو تکمیل ہوئی ہے وہ کم و بیش تین طرح ہوتی ہے ایک قانون شریعت کے ذریعہ سے' دوسرے قانون اخلاق کے ذریعہ سے' تیسرے قانون تمدن کے ذریعہ سے۔ قرآن کریم چونکہ اعلیٰ و اکمل کتاب ہے اس نے ان تین شقوں کو بیان کیا ہے۔ قانون شریعت اور قانون اخلاق کو مکمل طور پر اور قانون تمدن کو اصولی طور پر۔ کیونکہ قانون تمدن میں انسان کو بہت سے اختیارات دیئے گئے ہیں۔ قانون اخلاق کے متعلق قرآن شریف نے یہ اصول بیان فرمایا ہے کہ اخلاق فاضلہ درحقیقت نام ہے طبعی جذبات کو صحیح طور پر استعمال کرنے کا۔ پس طبعی جذبات کو مار دینا یا حد سے زیادہ ان میں منہمک ہو جانا یہ اخلاقی گناہ ہوتا ہے جو طبعی جذبات کو مارنا چاہتا ہے وہ قانون قدرت کا مقابلہ کرتا ہے جو طبعی جذبات کے پورا کرنے میں منہمک ہو جاتا ہے وہ اپنی روح کو بھول جاتا ہے اور مذہب کو نظرانداز کر دیتا ہے اور یہ دونوں باتیں خطرناک ہیں۔ تم قانون قدرت کو بھی نہیں کچل سکتے اور تم قانون شریعت کو بھی نہیں کچل سکتے۔ اسی اصل کے ماتحت قرآن کریم فرماتا ہے کہ دنیا میں تمام چیزیں حلال ہیں کیونکہ وہ انسان کے فائدہ کے لئے پیدا کی گئی ہیں۔ ہاں صرف اس صورت اور شکل میں ان کے استعمال پر حد بندی لگائی جاتی ہے۔ جس صورت اور جس شکل میں وہ انسان کے لئے مضر ہو جاتی ہیں۔ اس قانون کے ماتحت اسلام کے رو سے شادی نہ کرنا نیکی نہیں گناہ ہے کھانے پینے اور پہننے کے متعلق طیب چیزوں کا استعمال نہ کرنا نیکی نہیں گناہ ہے' کیونکہ اس میں قانون قدرت کی ہتک اور اس کا مقابلہ ہے اور خدا تعالیٰ کے فضلوں کی ناشکری ہے۔ لیکن انہی چیزوں میں پڑ جانا اور ان کے استعمال میں غلو اور اسراف سے کام لینا یہ بھی گناہ ہے۔ کیونکہ اس طرح انسان اپنی روح کو بھول جاتا ہے اور اصل مقصد انسانی زندگی کا روح کو کامل کرنا ہی ہے جس طرح وہ شخص گنہگار ہے جو کام ہی کرتا رہتا ہے اور کھانا نہیں کھاتا کیونکہ وہ مرجائے گا اور اس کا کام مکمل نہیں ہوگا۔ اسی طرح وہ شخص بھی گنہگار ہے جو کھانا ہی کھاتا رہتا ہے اور کام نہیں کرتا۔ .... اور مقصود کو بھول جاتا ہے۔ بغیر ذرائع کے مہیا کرنے کے مقصد حاصل نہیں ہوتا اور بغیر صحیح مقصد کو پیش نظر رکھنے کے صحیح ذرائع مہیا نہیں کیے جاسکتے ہیں۔"

(دیباچہ تفسیر القرآن صفحہ ۳۰۶)

عربی منظوم کلام

○

هُوَ فَخْرُ كُلِّ مُطَهَّرٍ وَّمُقَدَّسٍ　　وَبِهٖ يُبَاهِي الْعَسْكَرُ الرُّوْحَانِي

آپ ہر ایک مطہر اور مقدس کا فخر ہیں اور روحانی لشکر آپ پر ہی ناز کرتا ہے

هُوَ خَيْرُ كُلِّ مُقَرَّبٍ مُّتَقَدِّمٍ　　وَالْفَضْلُ بِالْخَيْرَاتِ لَا بِزَمَانِ

آپ ہر مقرب اور (راہ سلوک میں) آگے بڑھنے والے سے افضل ہیں اور فضیلت کارہائے خیر پر موقوف ہے نہ کہ زمانہ پر

بَطَلٌ وَّحِيْدٌ لَا تَطِيْشُ سِهَامُهٗ　　ذُوْمُصْمِيَاتٍ مُّوْبِقُ الشَّيْطَانِ

آپ یکتا پہلوان ہیں جس کے تیر خطا نہیں جاتے۔ آپ ٹھیک نشانے پر لگنے والے تیروں کے مالک (اور) شیطان کو ہلاک کرنے والے ہیں

هُوَ جَنَّةٌ اِنِّيْ اَرٰى اَثْمَارَهٗ　　وَقُطُوْفَهٗ قَدْ ذُلِّلَتْ لِجَنَانِي

آپ ایک باغ ہیں۔ بے شک میں دیکھتا ہوں کہ اس کے پھل اور اس کے خوشے میرے دل کے لئے جھکا دیئے گئے ہیں

اَلْفَيْتُهٗ بَحْرَ الْحَقَائِقِ وَالْهُدٰى　　وَرَاَيْتُهٗ كَالدُّرِّ فِي اللَّمَعَانِ

میں نے آپ کو حقائق اور ہدایت کا سمندر پایا اور چمک دمک میں آپ کو موتی کی طرح پایا

اِنِّيْ لَقَدْ اُحْيِيْتُ مِنْ اِحْيَائِهٖ　　وَاهًا لِاِعْجَازٍ فَمَا اَحْيَانِي

بے شک میں آپ کے زندہ کرنے سے ہی زندہ ہوا ہوں۔ سبحان اللہ! کیا اعجاز ہے اور مجھے کیا خوب زندہ کیا ہے!

يَارَبِّ صَلِّ عَلٰى نَبِيِّكَ دَائِمًا　　فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا وَبَعْثٍ ثَانِ

اے میرے رب! اپنے نبی پر ہمیشہ درود بھیجتا رہ۔ اس دنیا میں بھی اور دوسری دنیا میں بھی

فارسی منظوم کلام

رہبرِ ما سیّدِ ما مصطفیٰ است آنکہ ندیدست نظیرش سروش

مصطفیٰؐ ہمارا پیشوا اور سردار ہے جس کا ثانی فرشتوں نے بھی نہیں دیکھا

آنکہ خدا، مثلِ رُخش نافرید آنکہ رہش مخزنِ ہر عقل و ہوش

وہ ایسا ہو کہ خدا نے اس کے چہرہ جیسا اور کوئی مکھڑا پیدا نہیں کیا اور جس کا طریقہ ہر قسم کی عقل اور دانش کا خزانہ ہے

دشمنِ دیں حملہ برُو مے کنُد حیف بود گر بنشینم خموش

دشمن دین اس پر حملہ کرتا ہے افسوس کی بات ہوگی اگر میں خاموش بیٹھا ہوں

چوُں سخنِ سِفلہ بگوشم رسید در دلِ من خاست چو محشر خروش

جب کمینہ دشمن کی بات میرے کان میں پہنچی تو میرے دل میں قیامت کا سا جوش پیدا ہوا

آں نہ مسلماں بتَراز کافرست کش نبود از پئے آں پاک جوش

وہ شخص مسلمان نہیں بلکہ کافر سے بھی بدتر ہے جسے اس پاک نبی کے لئے جوش غیرت نہ ہو

جاں شود' اندر رہِ پاکش فِدا مژدہ ہمیں است گر آید بگوش

اس کے پاک مذہب پر ہماری جان قربان ہو۔ مبارک بات یہی ہے اگر سننے میں آئے

سَر کہ نہ در پائے عزیزش رود بارِ گراں است، کشیدن بدوش

وہ سر جو اس کے مبارک قدموں میں نہ پڑے مفت کا بوجھ ہے جسے کندھوں پر اٹھانا پڑتا ہے

(درثمین فارسی ... ایڈیشن صفحہ ۱۳۹)

خدا کی خاطر جو قناعت کرتے ہیں اللہ ان کو لامتناہی دیتا ہے

قناعت ایک نہ ختم ہونے والا خزانہ ہے

احباب جماعت کو قناعت اختیار کرنے کے متعلق نہایت اہم نصائح

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا لجنہ اماء اللہ جرمنی سے خطاب
بر موقعہ جلسہ سالانہ جماعت احمدیہ جرمنی مورخہ ۲۲۔ اگست ۱۹۹۸ء

(سلسلہ کے لئے دیکھیں شمارہ اگست ۱۹۹۹ء)

"اب ایک اور بات میں نے بیان کی تھی قنعت الابل والشاۃ مالت لماوٴھا و اقبلت نحو اصحابھا۔ قناعت کا ایک معنی یہ ہے کہ سارا دن کام کرو، اپنی روزی کماؤ، جو بھی کرنا ہے رات کو ضرور اپنے گھر کی طرف لوٹ آؤ اپنی پناہ گاہ کی طرف لوٹ آؤ۔ پس پرندے چرندے جب اپنی پناہ گاہ کی طرف لوٹتے ہیں تو یہ بھی ان کی قناعت ہے۔ اس میں قناعت کا مضمون ہے دو باتیں ہیں۔ اول یہ کہ جتنا دن کے وقت میسر آگیا اس پر راضی رہو۔ جانوروں سے بھی یہ گر سیکھو کہ وہ بھی تو جتنا خدا دن لمبا کرتا ہے، جتنا ان کو مل جاتا ہے اسی پر راضی ہو جاتے ہیں۔ جتنا دن چھوٹا کرتا ہے جتنا ان کو ملتا ہے چھوٹے دن وہ اسی پر راضی ہو جاتے ہیں۔ تو دنوں کی لمبائی تو ادلتی بدلتی رہتی ہے۔ بعض دنوں میں ویسے بھی رزق میں کمی ہوتی ہے، خزاں کے دن ہوتے ہیں۔ ان میں گھاس نسبتاً کم ملتا ہے، پتے کم ملتے ہیں۔ مگر جانور پھر باہر نہیں بیٹھے رہتے واپس اپنے گھر کو ضرور لوٹتے ہیں۔

تو اپنی اولاد اور اپنے بچوں کی اس رنگ میں تربیت کریں کہ جب تک خدا چاہتا ہے ان کو باہر رہنے کا حق ہے۔ کیونکہ وہ لازماً مختلف کاموں میں مشغول ہونگے۔ کچھ طالب علم ہونگے، کچھ کام کرنے والے ہونگے۔ لیکن اس کے بعد اپنے گھروں کو ضرور لوٹیں اور گھروں کو ہی اپنی آماجگاہ سمجھیں۔

قناعت کا دوسرا معنی یہ ہے کہ اپنے گھروں پر قانع ہو جائیں۔ اب جو لوگ اپنے گھروں پر قانع نہیں ہوتے وہ بازاروں میں آوارہ گردیاں کرتے پھرتے ہیں۔ کسی کے خاوند ہوں یا بچے ہوں یا بچیاں

ہوں۔ جو اپنے گھروں پر قانع نہیں ہونگے اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلے گا کہ وہ پھر باہر قانع ہوتے ہیں اور آوارہ گردی اس کا ایک طبعی قطعی نتیجہ ہے۔ تو اونٹوں اور بھیڑ بکری سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ سبق دیا۔ ان کو قانع اس لئے قرار دیا ہے اہل لغت نے کہ قناعت کا مرکزی معنی ان پر چسپاں ہو رہا ہے۔ جو دراصل انسان کے لئے ہے۔ سب سے زیادہ اہمیت لفظ قناعت کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کے لئے ہے۔ پس اگر بھیڑ بکریاں قناعت کرتی ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام کیوں قناعت نہیں کرتے۔ ان کے لئے بھی ضروری ہے کہ اللہ کی مرضی پر راضی رہتے ہوئے اتنا عرصہ باہر رہیں جتنا عرصہ رہنا ضروری ہے۔ پھر اپنے گھر میں جا کر سکون پائیں۔

قناعت کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ جو کچھ اس کو گھر میں ملے اس پر راضی ہو جائے۔ **بعض** دفعہ یہ ہوا کرتا ہے کہ باہر کے ماحول میں زیادہ اچھی نعمت کی چیزیں ملتی ہیں۔ بعض اداروں کی طرف سے ہر قسم کی سہولتیں مہیا ہوتی ہیں۔ اس کے بعد غریب بچوں کا گھر میں آرام پانا ایک مشکل کام نظر آتا ہے۔ یہی حال غریب بچیوں کا ہے۔ وہ گھر میں لوٹیں گی ایک ٹوٹے پھوٹے گھر میں لوٹیں گی۔ جس میں ان کے آرام کے وہ سارے سامان موجود نہیں جو باہر کی سوسائٹی ان کے لئے مہیا کر رہی ہے تو یہاں قناعت کا یہ معنی ہو گا کہ جب اس گھر میں لوٹو تو اللہ کا شکر کرتے ہوئے اسی پہ راضی ہو اور جو کچھ گھر میں ہے سوچو کہ خدا نے یہ کچھ دیا ہے اس پر قناعت کرو۔

اور جو اللہ کی خاطر قناعت کرتا ہے۔ قرآن کریم کی دوسری آیات سے ثابت ہے کہ ان کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے۔ اور قناعت کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ بہت رزق میں کشائش عطا فرماتا ہے۔ پس غریب بچوں کو اپنے غریبانہ گھر پر راضی ہو جانا چاہئے۔ اور یہ سوچ کر سکون حاصل کرنا چاہئے کہ میرے اللہ نے دیا ہے۔ اگر یہ نہیں سوچیں گے تو ان کو قناعت نصیب ہو ہی نہیں سکتی۔ جب اللہ پر نظر ہو اور اللہ سے پیار ہو، اور یہ پیار آپ نے پیدا کرنا ہے، یہ نظر ماؤں نے بچوں کو عطا کرنی ہے، اس صورت میں ان کو اور سمجھانے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ جب وہ بڑے ہونگے تو ہمیشہ اپنے گھر ہی کو اپنا آخری مسکن بناتے ہوئے بڑے ہونگے اور جو بھی ماحول میسر ہو اس پہ قناعت کریں گے۔ ایک فرق ہے اس قناعت میں اور باہر کی چیزوں میں آرام ڈھونڈنے میں۔ جو گھر کی قناعت ہے اس میں بہت سی ایسی چیزیں ملتی ہیں جو باہر مل سکتی ہی نہیں۔ کیونکہ گھر کی قناعت میں سچی محبت ملتی ہے۔ اس محبت کو دنیا بھر میں ڈھونڈتے پھریں وہ سچی محبت نہیں مل سکتی کیونکہ وہ محبت جو ان کو نظر آتی ہے وہ لوگوں کی خود غرضی کی محبت ہوتی ہے۔ وہ چند دن اپنے مزے لوٹنے کی خاطر محبت کا اظہار کرتے ہیں۔ مگر گھر میں جو

مائیں محبت کرتی ہیں یا جو باپ محبت کرتے ہیں وہ تو کسی خود غرضی کے لئے نہیں کرتے وہ ایک طبعی رحم ہے جو اللہ نے ان کی فطرت میں ڈال رکھا ہے اور یہ چیز ان کو باہر میسر نہیں آ سکتی۔ پس قناعت کی تعلیم دیتے وقت یہ سمجھانے کی ضرورت ہے کہ یہ کوئی ایسی تعلیم نہیں ہے جو تم سے تمہارے حق چھین رہی ہے۔ تمہیں رہنے کے سلیقے سکھا رہی ہے۔ تمہیں بہت کچھ جو تمہیں باہر نصیب نہیں ہو سکتا وہ گھروں میں نصیب ہے۔ نظر ڈال کے دیکھو، کبھی غور تو کرو، فکر تو کرو۔

اس پہلو سے آپ کو چاہئے کہ اپنے بچوں کی آپس میں محبت کا بھی خیال رکھیں۔ اور بہت سی مائیں میں نے دیکھی ہیں جو خیال رکھتی ہیں اور مجھے ان کا، ان کے بچوں کا طرز عمل دیکھ کر بے حد خوشی ہوتی ہے اور تسکین ملتی ہے۔ میں مثلاً بچوں کو ان کی تربیت کی خاطر چاکلیٹ دیا کرتا ہوں جب وہ ملتے ہیں۔ تو میں نے دیکھا ہے کہ بعض بچے فوراً اپنا چاکلیٹ جو دو ان کے ہوتے ہیں ان میں سے ایک اپنے بھائی کو دے دیتے ہیں یا اپنی بہن کو دے دیتے ہیں۔ لپک کے جاتے ہیں تاکہ ان کو بھی وہ دے دیں۔ ان کو میں سمجھاتا ہوں کہ تمہارے لئے ہے اور ان کے لئے اور ہے فکر نہ کرو۔ اور بعض بچے جو قناعت سے عاری ہوں وہ جس بچے کے ہاتھ میں، اپنے بہن یا بھائی کے ہاتھ میں چاکلیٹ دیکھتے ہیں۔ لپکتے ہیں اس کی طرف اور زبردستی چھیننے کی کوشش کرتے ہیں۔ بمشکل مجھے ان کو علیحدہ کرنا پڑتا ہے کہ صبر کرو تمہیں بھی ملے گا۔ لیکن اس وقت تک منہ بسورے رہتے ہیں اور ماتھے پر بل پڑے رہتے ہیں جب تک ہاتھ میں نہ آ جائے۔ یہ قناعت کے خلاف ہے۔

تو قناعت کا مضمون تو آپ غور کریں تو ساری زندگی پر پھیلا پڑا ہے۔ یہ ختم ہو ہی نہیں سکتا۔ لیکن قرآن سے سیکھیں کہ قناعت کیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سمجھیں کہ قناعت کس کو کہتے ہیں۔ اس ضمن میں اب میں چند حدیثیں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ جو مضمون کی تفصیل بیان کر چکا ہوں اس کی تائید میں اس کو، اس مضمون کو تقویت دینے کے لئے میں بعض احادیث آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ اور وہ احادیث ایسی ہیں ان کو سمجھانا بھی پڑے گا ورنہ بعض لوگ ان سے غلط نتیجہ بھی نکال سکتے ہیں۔

بخاری کتاب الزکوٰۃ میں یہ حدیث درج ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسکین وہ نہیں جو ایک دو لقمے یا ایک دو کھجوروں کے لئے در بدر پھرتا ہے۔ مسکین وہ ہے جس کے پاس بقدر کفاف گزارہ نہ ہو۔ لیکن اس کے باوجود اس کی غربت سے کوئی واقف نہ ہو سکے۔ یہ قناعت کی تعریف ہے۔ جو لفظ مسکین کے تابع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

فرما رہے ہیں۔ اب جب میں نے بعض علماء سے کہا کہ قناعت کے متعلق حدیثیں ڈھونڈیں تو کوئی بھی نہیں پیش کر سکے حالانکہ آپ کو بھی میں سمجھا رہا ہوں جب کسی مضمون کی تلاش ہو تو مضمون پر نظر رکھیں، لفظوں پر نظر نہ رکھیں۔ وہ مضمون تو لازماً آپ کو قرآن میں بھی ملے گا اور احادیث میں بھی ملے گا تو اگر میں نے لفظ مسکین کہا ہوتا تو فوراً یہ حدیثیں میرے سامنے رکھ دیتے۔ مگر میں نے قناعت کا کہا تھا تو چونکہ دماغ میں لفظ ق۔ن۔ع رہا اس لئے یہ حدیث نظر میں نہ آئی۔ لیکن سمجھانے کے بعد فوراً پھر انہوں نے میری مدد کی اور ایسی تمام حدیثیں میرے سامنے رکھ دیں۔ فرمایا "بقدر کفاف گزارہ نہ ہو لیکن اس کے باوجود اس کی غربت سے کوئی واقف نہ ہو سکے وہ اس پر صدقہ و خیرات کرے اور ضرورت مند ہوتے ہوئے بھی لوگوں سے کچھ نہ مانگے۔ (بخاری کتاب الزکوٰۃ باب قول اللہ لا یسئلون الناس الحافا") یعنی وہی روایت جو میں نے اصحاب صفہ کے متعلق بیان کی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعینہٖ وہی مضمون خود بیان فرما رہے ہیں کہ قانع وہ ہے کہ غربت کی وجہ سے جو اپنا حیا کا پردہ نہ اٹھنے دے اور مسکینوں کی سی زندگی بسر کرے۔ لیکن جو کمائے اس میں سے بھی غیر پر خرچ کرے اور پھر جو بچ رہتا ہے اس پر قانع ہو جائے۔ یہ قناعت کی نہایت اعلیٰ تعریف ہے جس سے آپ کو اپنے بچوں اور بچیوں کو آگاہ کرنا ہوگا اور قناعت کا مضمون جیسا کہ میں نے عرض کیا تھا نہ ختم ہونے والا مضمون ہے۔ اس کا دنیا سے بھی تعلق ہے، آخرت سے بھی تعلق ہے۔

ایک حدیث میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قناعت ایک نہ ختم ہونے والا خزانہ ہے۔ (رسالہ قشریہ باب القناعۃ صفحہ ۲۱)۔ اب قناعت میں بظاہر غربت ہے۔ اور آنحضورؐ فرما رہے ہیں یہ نہ ختم ہونے والا خزانہ ہے۔ جس کو قناعت نصیب ہو جائے اس کو سب کچھ نصیب ہو گیا۔ اور یہ قناعت ہے جو ایک نہ ختم ہونے والا خزانہ بھی بن جاتا ہے۔

اس سلسلہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الاول .... کی ایک روایت بیان کی تھی جو میں اکثر کیا کرتا ہوں۔ لیکن اس مضمون میں دوبارہ وہ یاد آ رہی ہے۔ اس لئے میں پھر آپ کے سامنے رکھ دیتا ہوں۔

خلافت سے پہلے جب جموں میں حضرت خلیفۃ المسیح .... طبیب ہوا کرتے تھے۔ وہ ایک راستے سے گزرتے تھے جہاں ایک ننگا فقیر صرف لنگوٹی پہنے بھوکا، راکھ بدن پہ ملی ہوئی وہ بیٹھا رہتا تھا اور اس کا چہرہ ہمیشہ غم سے آلودہ اور اس طرح اس کے چہرے سے ظاہر ہوتا تھا جیسے اسے اپنی غربت پہ بہت غم ہے۔ مگر مانگتا پھر بھی نہیں تھا۔ اس کا حال دیکھ کر جو چاہے اس کے دامن میں کچھ ڈال جائے۔ اسی

طرح وہ بیٹھا رہتا تھا۔ ایک دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول .... کی روایت کے مطابق جب اس کے پاس سے گزرے تو وہ خوشی سے اچھل رہا تھا' چھلانگیں مار رہا تھا۔ آپ حیران رہ گئے کہ کل تک تو اس کا کچھ اور حال تھا۔ آج یہ چھلانگیں مار رہا ہے کیا ہوا ہے تمہیں 'کیا خزانہ مل گیا ہے۔ اس نے پنجابی میں کہا جس کی کوئی خواہش نہ رہے اس کو سب خزانے مل گئے' اس کی ساری خواہشیں پوری ہو گئیں۔ اب دیکھو کتنا گہرا مضمون ہے جو اس فقیر نے قناعت کا بیان فرمایا۔ اور یہ اسی کی تفسیر ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قناعت ایک نہ ختم ہوتے والا خزانہ ہے۔ جب حرص مرجائے تو جو کچھ بھی ہے انسان اس پر خوش ہو گا اور اگر خیال ہو کہ اللہ نے عطا فرمایا ہے تو اور بھی زیادہ خوش ہو گا۔ تو اس فقیر کی چھلانگیں بے معنی چھلانگیں نہیں تھیں۔ ایک گہرا حکمت کا راز اس کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا جو اس کی پہلی قناعت کے نتیجے میں تھا۔ پس یہ وہ باتیں ہیں جن کو آپ کو اپنی اولاد کو سمجھانا ہے ورنہ وہ کہیں گے ہم کیسے قناعت کریں غریب سی زندگی ہے اور برا حال ہے لیکن حرصوں کو کم کرنا ضروری ہے۔ اور جب انسان اللہ پر نظر ڈالے تو پھر حرصیں کم ہو سکتی ہیں۔ پھر تمنائیں آہستہ آہستہ کم ہو سکتی ہیں۔ اس سے جو زندگی سکون کی مل سکتی ہے اس کی کوئی مثال نہیں۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی زندگی میں بے شمار ایسی مثالیں ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کو یہ قناعت نصیب تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں بے شمار ایسی مثالیں ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کو یہ سچی قناعت نصیب تھی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی جو روایت اکثر بیان ہوتی رہتی ہے میں مختصراً اس کا ذکر کر دیتا ہوں۔ کیونکہ وہ بھی قناعت ہی کا مضمون ہے اور قناعت کے نتیجے میں جو رسول اللہ صلی علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا "ایک نہ ختم ہونے والا خزانہ ہے" اس کی حقیقی مثال ہے۔ یعنی کوئی فرضی بات نہیں ہے کہ ایک نہ ختم ہونے والا خزانہ عملاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی زندگی میں خدا تعالیٰ نے یہ دکھا دیا کہ واقعۃً قناعت کا ایک نہ ختم ہونے والا خزانہ ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ کے چہرے سے بھی بھوک کا اندازہ اگر کسی کو ہوا تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو ہوا تھا۔ کیونکہ آپؐ کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ اگر کوئی شخص ہے جو ان فقر کے چھپانے والوں کے چہروں سے بھوک پڑھ سکتا ہے وہ صرف تو ہے۔ جو لمبی روایت ہے اس میں ابو ہریرہؓ کے فقر کا احساس کر کے' ان کی بھوک کا احساس کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم باہر تشریف لائے اور فرمایا "ابو ہریرہ تم بھوکے ہو' مجھے کہیں سے دودھ آیا

ہے۔ آؤ تمہیں بھی اس دودھ میں شریک کروں۔ ابو ہریرہ بہت خوش ہوئے کہ ایک پیالہ دودھ کا ہے۔ میں غٹ غٹ پیئوں گا اور بہت حد تک میری بھوک مٹ جائے گی۔ مگر اس حدیث کا یہ دوسرا پہلو قناعت والا پہلو ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ ثابت کرنا چاہتا تھا کہ قناعت ایک ایسا خزانہ ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم نے ابو ہریرہؓ کو قناعت کا گر بھی سکھانا تھا۔ چنانچہ آپؐ نے فرمایا کہ جاؤ اعلان کرو اور کچھ بھوکے ہیں تو ان کو بھی اکٹھا کر لاؤ۔ اب حضرت ابو ہریرہؓ کے دل کا کیا حال ہو گا۔ سخت بھوکے کئی دن کے بھوکے، بھوک سے غشی کے دورے پڑ رہے تھے۔ ایک پیالہ دودھ کا آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم فرما رہے ہیں باقیوں کو بھی بلا لاؤ لیکن آپ غور کریں تو مطلب یہ تھا کہ جتنا تمہیں ملے اسی پر قناعت کرو اور جب بھوک کی شدت ستا رہی ہو اس وقت کم پر قناعت کرنا یہ قناعت ہے۔ لیکن یہ سمجھانا بھی مقصود تھا کہ خدا کی خاطر جو قناعت کرتے ہیں اللہ ان کو لامتناہی دیتا ہے۔ وہ قناعت کے نتیجے میں کسی رزق سے محروم نہیں رہتے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ نے ایسا ہی کیا۔ آواز دی اور کوئی بھوکا ہے تو آجائے اور چند بھوکے چھ سات اکٹھے ہو گئے۔ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم نے ابو ہریرہؓ کو اپنے بائیں طرف بٹھایا۔ اس لئے بائیں طرف بٹھایا کہ آپؐ دائیں طرف سے شروع کیا کرتے تھے۔ ابو ہریرہ کو قناعت کا مضمون اچھی طرح سمجھانا تھا۔ یہ بھی سمجھانا تھا کہ تم دیکھنا میرے خدا کا مجھ سے کیا سلوک ہے، قناعت کا خزانہ ختم نہیں ہوتا، یہ اس حدیث کی تشریح میں کر رہا ہوں۔ ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ دائیں طرف جو بیٹھا تھا اس نے دودھ کے پیالے کو منہ سے لگایا اور پینا شروع کیا۔ مجھے خیال آیا کہ بڑا پیالہ ہے شاید کچھ بچ بھی جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم نے اس کو فرمایا کہ اور پیئو جو پی رہا تھا۔ فرمایا اور بھی پیئو۔ ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ اندر سے میری تو جان ہی نکل رہی تھی۔ اب تو میرے لئے سوال ہی نہیں رہا کہ میرے لئے بچ سکے۔ لیکن اس نے پورا پیا اور کہا کہ یا رسول اللہ میں منہ تک بھر گیا ہوں۔ پھر آپؐ نے وہی پیالہ دوسرے کو دیا پھر تیسرے کو دیا پھر چوتھے کو دیا دودھ ختم نہیں ہو رہا تھا۔ آخر پر ابو ہریرہ کی باری آئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم نے پیار سے مسکراتے ہوئے دیکھا ابو ہریرہؓ! اب تم پیئو۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے پیا، پھر پیا، پھر پیا، میری بھوک کلیتاً ختم ہو گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم اصرار فرما رہے تھے اور بھی پیئو اور بھی پیئو۔ کہتے ہیں میں نے آخر عرض کیا یا رسول اللہ! اب تو میں نے اور پیا تو دودھ میرے ناخنوں سے پھوٹ پڑے گا۔ اتنا بھر چکا ہوں دودھ سے۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم نے اس پیالے کو اپنے منہ سے لگایا۔ سب سے بڑا

قانع محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہٖ وسلم ہیں۔ ان سے بڑھ کر دنیا میں کبھی کوئی قانع پیدا نہیں ہوا۔ اور یہ حدیث اس بات کو کھول کر بیان کر رہی ہے۔ اور یہ بھی بتا رہی ہے کہ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا "قناعت ایک نہ ختم ہونے والا خزانہ ہے"۔ یہ حقیقت ہے۔ قناعت کے نتیجے میں اگر سچی قناعت ہو تو اللہ تعالیٰ رزق میں اتنی برکت ڈال دیتا ہے کہ تھوڑا بھی ختم ہونے میں نہیں آتا۔

یہی واقعات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں ہم نے دیکھے۔ یعنی ان (رفقاء) نے دیکھے جنہوں نے قناعت کی اور بعینہٖ اسی قسم کی باتیں بارہا پیش ہوئیں' بارہا ظاہر ہوئیں۔ تو یہ کوئی پرانی تاریخ کے قصے نہیں ہیں۔ اس دور میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعے یہ تاریخ دہرائی جا چکی ہے۔ پس آپ بھی اس تاریخ کو دہرائیں گی تو آپ کو نہ ختم ہونے والا رزق عطا کیا جائے گا اور بچوں' اپنی بچیوں کو ان معنوں میں قناعت کا مضمون سکھائیں' آنحضرت صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہٖ وسلم کے حوالے سے سکھائیں۔

اب ایک اور مضمون اسی سے تعلق رکھتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ ایک کافر آنحضرت صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہٖ وسلم کا مہمان ہوا۔ حضور نے اس کے لئے بکریوں کا دودھ نکلوایا۔ وہ یکے بعد دیگے سات بکریوں کا دودھ پی گیا۔ اندازہ کریں کہ کیسا بھوکا تھا۔ اس کو قناعت کا پتہ ہی نہیں تھا کیونکہ کافر کو قناعت کا پتہ نہیں ہوتا۔ یہی دنیا کی زندگی اس کی لذت ہے۔ سب کچھ یہی ہے۔ جتنا کھا پی سکے وہ کھا پی لیتا ہے۔ اس کے ساتھ آنحضورؐ نے جو حسن سلوک فرمایا اور جو باتیں فرمائیں اس کے نتیجے میں دوسرے دن ہی وہ مسلمان ہو گیا۔ حضورؐ نے اس کے واسطے پھر ایک بکری کا دودھ نکلوایا وہ اس نے پی لیا۔ پھر دوسری بکری کا دودھ نکلوایا وہ سارا نہ پی سکا۔ آپؐ نے فرمایا یعنی اس سے پوچھنے کی ضرورت نہیں تھی۔ آپ نے مومنوں کو دکھانے کے لئے یہ کیا کہ جب تک یہ کافر تھا یہ سات انتڑیوں میں پیتا تھا۔ یعنی سات گنا غذا تھی اس کی۔ اور مومن ہوا تو ایک ہی رات میں اس کو خدا تعالیٰ نے قناعت کے گر سکھا دئے۔ اور اب دو بکریوں کا پورا دودھ بھی ختم نہیں کر سکا۔

(ترمذی کتاب الاطعمہ باب ان المومن یاکل فی معی واحد)

حضرت عکراشؓ کی ایک روایت میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ اس میں کئی باتیں سمجھنے والی ہیں۔ حضرت عکراشؓ بیان کرتے ہیں کہ بنو مرّہ نے اپنے اموال صدقہ دے کر مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہٖ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ جب میں مدینے حضور کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس وقت

حضور مہاجرین اور انصار کے درمیان رونق افروز تھے۔ حضور نے میرا ہاتھ پکڑا اور امّ سلمٰی کے گھر لے گئے۔ اور ان سے دریافت کیا کہ کیا کوئی کھانے کی چیز ہے۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہٖ وسلم کے لئے ثرید کا پیالہ بنایا ہوا تھا۔ ثرید ایک ایسی غذا ہے۔ جسے اس زمانے میں جن کو نرم آٹا نصیب نہ ہو وہ بھی شوق سے کھاسکتے تھے' بے دانت کے آدمی بھی کھا سکتا ہے۔ کیونکہ گندم کے دانے جو موٹی چکی میں پیسے جائیں ان کو جب شوربے میں دیر تک بھگو کے رکھا جائے تو بالکل نرم ہو جاتے ہیں۔ پس آنحضور صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہٖ وسلم ثرید بہت پسند فرماتے تھے۔ کیونکہ خصوصاً جنگ احد میں جب دانت شہید ہو گئے اس کے بعد آپ ؐ کا موٹی کھردری روٹی کھانا مشکل تھا۔ اس لئے ثرید پسند فرماتے تھے۔ امّ سلمٰی نے اس میں بوٹیاں بھی بہت ڈالی ہوئی تھیں۔ وہ ثرید رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہٖ وسلم کے سامنے پیش کیا گیا۔ وہ کہتے ہیں کہ جب ہم اس میں سے کھانے لگے تو میں کبھی ادھر ہاتھ مارتا تھا کبھی ادھر مارتا تھا۔ یعنی اس پیالے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہٖ وسلم نے عکراش کے ساتھ کھانا کھایا۔ وہ کہتے ہیں میں اِدھر اُدھر ہاتھ مار رہا تھا۔ آپ ؐ نے فرمایا یہ ایک ہی قسم کا کھانا ہے' حرص نہ کرو۔ جو سامنے سے ہے اسی سے کھاؤ۔ پھر کہتے ہیں ہمارے سامنے ایک طشت لایا گیا جس میں مختلف قسم کی کھجور اور ڈوکے وغیرہ تھے۔ تو میں سامنے سے کھانے لگا۔ اب یہ دیکھیں کیسا لطیف مون ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہٖ وسلم کی حکمت پر دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہٖ وسلم کبھی اِدھر سے چنتے تھے اور کبھی اُدھر سے چنتے تھے اور اپنی مرضی کی نرم کھجوریں اور پسندیدہ کھجوریں چن چن کر کھانے لگے۔ عکراش ؓ اب حیرت سے دیکھ رہے تھے ابھی تو مجھے روکا تھا کہ سامنے سے کھانا ہے اِدھر اُدھر ہاتھ نہ مارو' اب ہر طرف ہاتھ مار رہے ہیں اور کھجوریں چن رہے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہٖ وسلم اس بات کو پہچان گئے۔ آپ ؐ نے فرمایا یہ کھجور مختلف قسموں سے ہیں وہ جو کھانا میں نے کہا تھا ثرید' وہ ایک ہی قسم کا تھا' اُس میں ادب کا تقاضا یہ ہے کہ اپنے سامنے سے کھاؤ۔ خواہ مخواہ دوسری جگہ ہاتھ نہ مارو۔ اور جو دوسرا کھانے والا ہے اس کو بھی چین سے کھانے دو۔ لیکن کھجوروں میں چونکہ تقسیم ہے' فرق ہے۔ اس لئے اس فرق کے مطابق اور اپنے مزاج کے مطابق چننی چاہئیں۔ یہ بد تمیزی نہیں ہے بلکہ یہ بے تکلفی کا ایک صحیح انداز ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہٖ وسلم کی طبیعت میں ادنیٰ بھی تکلف نہیں تھا۔ پھر آپ ؐ نے پانی منگوایا' اس سے اپنا ہاتھ دھویا۔ گیلا ہاتھ اپنے چہرے پر پھیرا۔ اور اس طرح آنحضور صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ آگ پر پکی ہوئی چیز جو ہو اس کے ساتھ ہاتھ دھونا اور منہ صاف کرنا ضروری ہوا

کرتا ہے۔ (ترمذی ابواب الاطعمہ باب ماجاء فی التسمیة علی الطعام)

جس کا مطلب یہ ہے کہ عام پھل یا کھجوریں وغیرہ اگر ہاتھ گندے نہ ہوں یعنی ان سے چپچپے نہ ہوں تو اس کھانے سے دھونے کی ضرورت نہیں ہے۔ بعض لوگ چمچے سے کھانا اٹھا لیتے ہیں۔ لیکن آگ پر پکا ہوا کھانا جو ہے اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ طریق تھا کہ اس پر منہ کو صاف کرنا چاہئے۔ اور ہاتھ بھی دھونے چاہئیں۔

بعض دفعہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم قناعت کا ایک اور مضمون بھی لوگوں کو سمجھایا کرتے تھے جس کا مطلب یہ تھا کہ جن لوگوں کو نہیں دیتے تھے وہ قناعت کریں۔ اور آپؐ کا نہ دینا محبت کے نتیجے میں ہوا کرتا تھا۔ اس لئے اپنے بچوں کو یہ مضمون بھی ضرور سکھائیں۔ بعض دفعہ آپ ان کو نہیں دیتیں تو ان کی محبت کی وجہ سے نہیں دیتیں۔

عمر بن تغلبؓ کے متعلق یہ روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے ایک موقع پر مال غنیمت تقسیم کئے اور بکثرت لوگوں کو دئے اور مجھے کچھ نہیں دیا۔ میرے دل میں یہ گمان گزرا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو شاید مجھ سے پیار نہیں ہے۔ باقیوں سے پیار ہے۔ ان کو دے دیا اور مجھے نہیں دیا۔ تو آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا سنو! میں نے تمہیں اس لئے نہیں دیا کہ مجھے تم سے پیار ہے اور میں جانتا ہوں کہ تمہیں بھی مجھ سے پیار ہے۔ تم میرے نہ دینے پر بھی راضی رہو گے۔ اور اس کے نتیجہ میں جو مجھے تم سے محبت ہوتی ہے وہ تمہارے لئے بہت کافی ہو گی۔ وہ راوی بیان کرتے ہیں کہ ساری زندگی مجھے کبھی کسی بات سے اتنی خوشی نہیں ہوئی جتنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے اس موقعہ پر نہ دینے کے نتیجے میں ہوئی۔ کیونکہ یہ نہ دینا محبت کے نتیجہ میں تھا۔ (بخاری کتاب الجعة باب من قال فی الخطبة بعد الثناء امابعد)

پس اپنے بچوں کی تربیت میں اس بات کو بھی داخل کریں کہ آپ کا ان کو کچھ نہ دینا اگر ان کی محبت کی وجہ سے ہے اور ان کو یہ احساس ہو تو پھر وہ ہمیشہ خوش رہیں گے۔ کبھی بھی آپ سے ناراض نہیں ہونگے۔

اب آخر پر میں ایک چھوٹا سا واقعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قناعت کا یہ عالم تھا کہ ایک موقع پر اپنے والد کو جو چاہتے تھے کہ دنیا کی ملازمت کریں اور کمائیں اور اچھی طرح زندگی بسر کریں۔ آپ نے اپنے والد کی خدمت میں عرض کی۔ میں کوئی نوکری نہیں کرنا چاہتا۔ دو جوڑے کھدر کے کپڑوں کے بنا دیا کرو۔ اور

روٹی جیسی بھی ہو بھیج دیا کرو میرے لئے بہت کافی ہے۔ (حیاۃ النبی جلد اول نمبر دوم صفحہ ۱۸۵)

ساری عمر کے لئے اپنے لئے اس بات پر راضی ہو گئے کہ میں دین کے کام کروں اور دنیا کمانے سے مستغنی ہو جاؤں اور تمام عمر کے لئے اس بات پر راضی ہوئے کہ دو روٹیاں مل جائیں یا ایک روٹی مل جائے اور کھدر کے دو جوڑے میرے لئے یہ بہت کافی ہے۔

پس میں امید رکھتا ہوں کہ آپ اپنی زندگیوں میں اس قناعت کو اختیار کریں گی جس کو قرآن کریم نے بڑی تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔ اور جس کے پاک نمونے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دکھائے اور جن کا یہ نمونہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی دکھایا کہ والد کی زندگی کی اتنی تمنا تھی کہ جس دن الہام ہوا کہ رات کو کچھ ہونے والا ہے آپؑ کو شدید غم لگ گیا۔ اور چاہتے تھے کہ گویا وہ کبھی بھی نہ فوت ہوں میری زندگی میں۔ ساری زندگی کے لئے یہ قناعت کا نمونہ ہے۔ اس بات پر راضی تھے کہ کھدر کے دو جوڑوں میں گزارہ کریں۔ جو کچھ مل جائے، گھر سے آجائے بس وہی کافی ہے۔ تو میں امید رکھتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ ہماری خواتین، احمدی خواتین آج کی دنیا میں اس مضمون کو زندہ کریں گی۔ اپنے اعمال سے اور اپنے بچوں کی تربیت کے ذریعے۔ اگر آپ ایسا کر سکیں تو آئندہ صدیوں کی تربیت کا سہرا آپ کے سر رہے گا۔ اور وہ جو بھی نیکیاں اس وجہ سے اختیار کریں گے کہ آپ نے اپنے بچوں کی اچھی تربیت کی تھی اور انہوں نے یہ پیغام آگے پہنچایا تھا اس کا ثواب آپ کو ہمیشہ ملتا رہے گا۔ اور یہ قناعت کی آخری بات ہے جو میں آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں۔ قناعت کے نتیجے میں خدا تعالیٰ کا انعام آپ کے مرنے کے بعد بھی آئندہ نسلوں تک آپ کو پہنچتا رہے گا اور یہ بھی ان معنوں میں بھی قناعت کا لفظ ہے کہ قناعت ایسا خزانہ ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ ہماری احمدی خواتین کو یہ توفیق عطا فرمائے اور احمدی بچیوں کو بھی وہ مضمون براہ راست سن کر اچھی طرح سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق بخشے۔ (بشکریہ الفضل انٹرنیشنل ۲۳۔ اپریل تا ۲۹ اپریل ۱۹۹۹ء)

احباب جماعت فتنہ اور شر کے پیش نظر خصوصیت سے حسب ذیل دعا بکثرت پڑھیں

اَللّٰھُمَّ مَزِّقْھُمْ کُلَّ مُمَزَّقٍ وَ سَحِّقْھُمْ تَسْحِیقاً

اے اللہ انہیں پارہ پارہ کر دے، انہیں پیس کر رکھ دے اور ان کی خاک اڑا دے۔

۴ شمائل النبویہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات زندگی

از ہمہ چیزے فزوں تر در ہمہ نوع کمال	آسمانہا پیش اوج ہمت او ذرہ وار

از قلم : ایڈیٹر

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ زندگی ہر لحاظ سے ایک کامل نمونہ ہے۔ آپؐ کے اعلیٰ درجہ کے کمالات تھے جن سے تمام معمولات زندگی کا صدور ہوا۔ حضرت مسیح موعود بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے اپنے آقا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی کمالات ذکر یوں فرمایا ہے۔

از ہمہ چیزے فزوں تر در ہمہ نوع کمال	آسمانہا پیش اوج ہمت او ذرہ وار

وہ ہر قسم کے کمالات میں ہر ایک سے بڑھ کر ہے اس کی بلند ہمت کے آگے آسمان بھی ایک ذرہ کی طرح ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی حسن و کمال کا پَرتو آپ کی سنت مبارکہ ہے جس کا ذکر سلسلہ وار کیا جا رہا ہے۔

آنحضورؐ کے ملاقات کے معمولات سلام، مصافحہ اور معانقہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کثرت سے سلام پھیلانے کی تاکید فرمائی اور یہی حضورؐ کا اپنا اسوۂ تھا آپ نے تاکید فرمائی کہ سلام کو رواج دو، سلام کہو خواہ تم کسی کو جانتے ہو یا نہیں جانتے۔ اس طرح ہر اک سلام میں پہل کرے اور اس سلام کو بہتر اور زیادہ اجر کا موجب قرار دیا جس میں السلام علیکم و رحمۃ اللّٰہ و برکاتہٗ کہا جائے۔ آپؐ نے یہ بھی ہدایت فرمائی کہ سوار شخص پیدل چلنے والے کو اور پیدل چلنے والا بیٹھے ہوئے شخص کو اور کم زیادہ افراد کو سلام کریں (یعنی سلام میں پہل کریں) پھر یہ بھی فرمایا کہ جب کوئی شخص اپنے بھائی کو ملتے ہوئے سلام کہے اور پھر وہ ایک دوسرے سے ذرا بھر بھی اوجھل ہو جائیں تو دوبارہ ملاقات ہونے پر پھر ایک دوسرے کو سلام کہیں اس

سلسلہ میں آنحضورؐ کے معمولات سے چند امور کا ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر میں داخل ہوتے ہوئے اپنے اہل و عیال کو سلام کی تاکید بھی فرمائی چنانچہ حضرت انسؓ بن مالک بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں تلقین فرمائی تھی۔

"یَا بُنَیَّ! اِذَا دَخَلْتَ عَلٰی اَھْلِکَ فَسَلِّمْ یَکُنْ بَرَکَۃً عَلَیْکَ وَعَلٰی اَھْلِ بَیْتِکَ۔" (۱)

کہ اے بیٹے! جب تم گھر میں داخل ہو تو سلام کہو اس طرح تجھے بھی اور تیرے اہل خاندان کو بھی برکت ملے گی۔

(۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی تعلیم تمام خوبیوں کی جامع ہے اور مختلف تہذیبوں میں جو اچھی باتیں تھیں وہ درحقیقت اسی دین فطرت کا حصہ تھیں اس لئے ملاقات کے معمولات میں وہ تمام باتیں بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ سے نظر آتی ہیں۔ اہل یمن میں ملاقات کے وقت مصافحہ کا رواج تھا آپؐ نے اس طریق کی بھی تعلیم دی۔ فرمایا:۔

"وَتَمَامُ تَحِیَّاتِکُمْ بَیْنَکُمْ اَلْمُصَافَحَۃُ" (۲)

یعنی عمدہ طریق یہ ہے کہ ایک دوسرے سے ملتے وقت مصافحہ کرو

(۳) مصافحہ کے ساتھ ساتھ معانقہ بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طریق عمل تھا چنانچہ حضرت ابوذر غفاریؓ سے ایک شخص نے پوچھا کہ

"کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بوقت ملاقات آپ لوگوں سے مصافحہ کیا کرتے تھے۔ اس پر حضرت ابوذرؓ نے بتایا کہ میں جب کبھی حضورؐ سے ملا مصافحہ کیا ہے بلکہ ایک مرتبہ حضورؐ نے مجھے بلوایا میں اس وقت گھر پر نہیں تھا جب میں گھر آیا اور مجھے بتایا گیا

'فَاَتَیْتُہٗ وَھُوَ عَلٰی سَرِیْرٍ فَالْتَزَمَنِیْ فَکَانَتْ تِلْکَ اَجْوَدَ اَجْوَدَ۔" (۳)

میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا آپؐ بستر پر تھے آپؐ نے مجھے گلے لگا لیا یعنی معانقہ کیا۔ یہ کیا ہی بڑی خوش نصیبی تھی۔

(۴) حضرت جعفر بن ابو طالب رضی اللہ عنہ (آپ کے چچا زاد بھائی) نے بیان کیا

"فَالْتَزَمَهُ وَقَبَّلَ مَابَيْنَ عَيْنَيْهِ" (۴)

کہ حضورؐ نے ملاقات کے وقت ان کو گلے لگایا یعنی معانقہ کیا اور ان کی پیشانی کو بوسہ دیا۔

(۵) آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود رحمت ہر طبقہ پر بلا امتیاز مذہب و ملت فیض و برکت کا موجب تھا چنانچہ آنحضورؐ کے معمولات میں بھی اس رحمت و شفقت کا پہلو بڑا نمایاں تھا حضرت اسامہ بن زیدؓ بیان کرتے ہیں۔

"اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلٰى مَجْلِسٍ فِيْهِ اَخْلَاطٌ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُشْرِكِيْنَ عَبَدَةِ الْاَوْثَانِ وَالْيَهُوْدِ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" (۵)

کہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک مجلس کے پاس سے گزرے جس میں مسلمان، مشرکین، بت پرست، یہود ملے جلے تھے آپؐ نے ان کو السلام علیکم کہا۔

ایک روایت میں ہے کہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خواتین سے ملتے وقت یا پاس سے گزرتے وقت یہ طریق عمل تھا کہ آپؐ نے انہیں ہاتھ کے اشارہ سے سلام کیا۔

(۶) آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ان حسین معمولات و ہدایات کا مقصد انفرادی اور قومی سطح پر باہمی محبت و اخوت اور امن و آشتی کا پیدا کرنا ہے۔ چنانچہ حضورؐ نے قومی سطح پر بھی عزت و تکریم اور باہمی محبت کو پیدا کیا۔ چنانچہ یہ تعلیم دی

"اِذَا اَتَاكُمْ كَرِيْمُ قَوْمٍ فَاَكْرِمُوْهُ (۶)

کہ جب تمہارے پاس کسی قوم کا معزز سردار آئے تو اس کے ساتھ (آؤ بھگت اور مہمان نوازی میں) اکرام کا معاملہ کرو

(۷) آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کے گھر میں جانے کی اجازت لینے کا طریق بھی یہی بتایا کہ ملنے والا سلام کہے اور سلام کا جواب ملنے پر گھر میں داخل ہو ایک روایت ہے کہ "بنی عامر کے ایک آدمی نے بتایا کہ ایک دفعہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت مانگی کہ اندر آجاؤں آپ نے خادم کے ذریعہ پیغام دیا کہ اس سے کہو کہ اندر آنے کی اجازت اس طرح مانگتے ہیں کہ پہلے السلام علیکم کہیں پھر پوچھیں کہ میں اندر آسکتا ہوں۔ بنی عامر کے اس شخص نے یہ بات سنی تو کہا

' اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ۔ أَاَدْخُلُ فَاَذِنَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ فَدَخَلَ'" (۷)

اس نے السلام علیکم کہا اور عرض کیا کہ اندر آ سکتا ہوں حضورؐ نے فرمایا اجازت ہے چنانچہ وہ اندر آ گیا۔

(۸) باہمی ملنے جلنے میں کسی کی مصروفیات اور وقت کا لحاظ بھی ضروری ہے۔ تاکہ میل ملاقات میں کہیں گھٹن کے آثار پیدا نہ ہوں چنانچہ آنحضورؐ نے یہ بھی ہدایت فرمائی۔ آپؐ نے فرمایا۔

"زُرْ غِبًّا تَزْدَدْ حُبًّا۔" (۸)

یعنی (کسی کی مصروضیات اور حالات کی رعایت سے) کبھی کبھی ملو تاکہ محبت بڑھے

ملاقات اور باہمی میل جول کے ان ذرائع کے اختیار کرنے سے معاشرہ میں بد ظنی، غیبت، حسد، بغض، کینہ اور عناد کبھی بھی پنپ نہیں سکتے اور ہمارا تمدن امن و سلامتی کا گھوارہ بن سکتا ہے۔

مجلس میں اٹھنے بیٹھنے کے معمولات

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہؓ کو اٹھنے بیٹھنے کے آداب بتائے۔ آپ نے بہترین مجالس وہ قرار دیں جو کشادہ اور فراخ ہوں یعنی جہاں لوگ کھل کر بیٹھ سکیں۔ اس طرح آنحضورؐ نے سمٹ کر بیٹھ کر دوسرے کو جگہ دینے کی ہدایت دی اور دوسرے بیٹھنے والے کے لئے ان کا حق قرار دیا۔ اور اگر کوئی مجلس سے اٹھ کر جائے اور پھر لوٹ کر آئے تو اس جگہ کو اسی لوٹ کر آنے والے کا حق قرار دیا۔

(۱) آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حسن تربیت تھی کہ صحابہؓ کا یہی عمل تھا چنانچہ حضرت ابن عمرؓ کے بارہ میں ایک روایت میں ہے۔

"وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ اِذَا قَامَ لَهُ رَجُلٌ مِّنْ مَجْلِسِهٖ لَمْ يَجْلِسْ فِيْهِ۔" (۹)

یعنی حضرت ابن عمرؓ کا طریق تھا کہ جب کوئی آدمی آپ کو جگہ دینے کے لئے اٹھتا تو آپ اس جگہ پر نہ بیٹھتے۔

(۲) مجلس میں جب کسی کو چھینک آتی تو اسے الحمدللہ اور سننے والے کو یَرْحَمُكَ اللّٰهُ اور چھینک مارنے والا یہ جواب سن کر يَهْدِيْكُمُ اللّٰهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ کہنے کی تلقین فرمائی۔ ترمذی کی ایک روایت میں ہے کہ

آپؐ کی موجودگی میں یہود جان بوجھ کر چھینک مارتے تاکہ آنحضورؐ ان کے حق میں يَرْحَمُكَ اللّٰهُ کہہ دیں۔ لیکن حضورؐ اس وقت کہتے "يَهْدِيْكُمُ اللّٰهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ" (۱۰)

کہ اللہ تعالیٰ تم کو ہدایت دے اور تمہاری اصلاح کر دے۔

(۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا معمول یہ تھا۔ حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں

"کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا عَطَسَ وَضَعَ یَدَہٗ اَوْ ثَوْبَہٗ عَلٰی فَمِہٖ وَخَفَضَ۔ اَوْغَضَّ بِھَا صَوْتَہٗ۔" (۱۱)

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب چھینک آتی تو اپنا ہاتھ یا کپڑا منہ کے سامنے رکھ لیتے اور جس قدر ہو سکتا آواز دباتے۔

مہمان نوازی میں آنحضورؐ کا اسوہ

انبیاء کرام کے پاکیزہ نمونہ میں ان کی مہمان نوازی کو خاص اہمیت حاصل ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں اس وصف کا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ذکر ایسے رنگ میں فرمایا کہ گویا اس خوبی کی وجہ سے بھی خدا تعالیٰ آپؐ کو ہر شر سے محفوظ رکھے گا۔

(۱) آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مہمان کی عزت کرنے کی تلقین فرمائی اور یہ کہ میزبان ایک دن رات سے تین دن رات تک مہمان رکھے۔ اور اس سے زائد کو بھی نیکی قرار دیا۔ مہمان کی عزت و تکریم کے سلسلہ میں حضرت ابو ہریرہؓ کی ایک روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اِنَّ مِنَ السُّنَّۃِ اَنْ یَخْرُجَ الرَّجُلُ مَعَ ضَیْفِہٖ اِلٰی بَابِ الدَّارِ۔" (۱۲)

کہ میری سنت میں یہ بات بھی شامل ہے کہ میزبان مہمان کی تکریم و عزت کے لئے اسے گھر کے دروازے تک الوداع کہنے آئے۔

(۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرامؓ میں بڑی بے تکلفی اور قناعت تھی۔ ہر ایک کے دل میں اللہ تعالیٰ کی عطا پر جذبات شکر موجزن ہوتے۔ ایسے کئی واقعات آپؐ کی سیرت مبارکہ کی زینت ہیں۔ جب چند افراد کا کھانا یا دودھ کثیر افراد کے لئے کفایت کر گیا اور صحابہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس بابرکت مائدہ سے متمتع ہوئے۔ آنحضورؐ کا اپنا اسوہ بھی یہی تھا اور صحابہؓ کو بھی یہی سبق دیا کہ ایک کا کھانا دو کے لئے اور دو کا تین کے لئے مکتفی ہے نیز آپؐ نے میزبان کو یہ ہدایت فرمائی کہ وہ میزبانی کرے۔ حضرت ابو قتادہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"سَاقِی الْقَوْمِ اٰخِرُھُمْ۔" (۱۳)

یعنی قوم کو پلانے والے کی باری آخر میں آتی ہے۔

(۳) کسی دعوت پر کوئی بزرگ کسی شخص کو ساتھ لے جاتے ہیں۔ تو لے جانے والے کے لئے میزبان سے قبل از وقت اجازت لینی ضروری ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی یہ معمول تھا۔

"حضرت ابو مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی اور ساتھ چار آدمیوں لانے کے لئے عرض کیا جب آپؐ کھانے کے لئے تشریف لے گئے تو ایک آدمی زائد ساتھ آگیا۔ دروازہ پر پہنچ کر آپؐ نے میزبان سے کہا

'اِنَّ ھٰذَا تَبِعَنَا' فَاِنْ شِئْتَ اَنْ تَاذَنَ لَهُ وَاِنْ شِئْتَ رَجَعَ' قَالَ: بَلْ اٰذَنُ لَهُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ'" (۱۴)

کہ یہ آدمی ہمارے ساتھ آگیا ہے اگر تم چاہو تو یہ اندر آجائے ورنہ واپس چلا جائے۔ میزبان نے عرض کیا حضورؐ! اس کو بھی اجازت ہے۔

دنیا سے بے رغبتی اور قناعت و شکر کے یہ وہ اوصاف تھے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ مبارکہ سے آپ کے جاں نثاروں نے سیکھے اور یہی وہ اعلیٰ درجہ کی خوبیاں ہیں جس سے اسلامی تمدن میں دلکشی اور جاذبیت پیدا ہوئی۔ (جاری)

حوالہ جات:

(۱) ترمذی کتاب الاستیذان باب فی التعلیم اذا دخل بیته۔ (۲) ترمذی ابواب الادب باب ماجاء فی المصافحة۔ (۳-۴) ابو دائود کتاب الادب باب فی المصافحین و باب قبلة۔ (۵) بخاری کتاب الاستیئذان باب التسلیم فی مجلس فیه اخلاط۔ (۶) ابن ماجه ابواب الادب۔ (۷) ابودائود کتاب الادب باب فی الاستیئذان (۸) بحواله حدیقه الصالحین صفحه ۴۸۱۔ (۹) بخاری کتاب الاستیئذان (۱۰-۱۱) ترمذی کتاب الاستیئذان۔ (۱۲) ابن ماجه ابواب الاطعمة باب ضیافة۔ (۱۳) ترمذی کتاب الاشربه باب ساقی القوم اٰخرهم۔ (۱۴) مسلم کتاب الاشربه۔

ماہنامہ انصار اللہ

انصار کے ماہنامہ کے لئے 'انصار' توجہ فرمائیں
یہ گلدستہ ہے پھولوں کا 'ہر گھر کو اس سے مہکائیں
ہر اک کے لئے یہ ماہنامہ' سامانِ ہدایت رکھتا ہے
انصار پہ لازم ہے کہ اسے 'وہ غیروں تک بھی پہنچائیں

چوہدری شبیر احمد

انقلاب احمدیت

پئے تجدید ہستی پھر صدائے "کن فکاں" گونجی
نئے ارض و سما تازہ فضا محسوس ہوتی ہے

مسیحا کے نفس سے تازگی آئی گلستاں پر
کہ غماز چمن بادصبا محسوس ہوتی ہے

بدل ڈالا دلوں کو جذبہ تعمیر نو دے کر
کہ جدّت گر نگاہِ میرزا محسوس ہوتی ہے

نیا دور آسماں کا ہے، نئی گردش ستاروں کی
بدلتی رخ زمانے کی ہوا محسوس ہوتی ہے

علوم دیں کی ہے ترسیل جو "ڈش" کے توسل سے
یہ روحِ نوعِ انساں کی غذا محسوس ہوتی ہے

رواں پھر کارواں ہے انقلابی ساز کی لے پر
نوائے حضرتِ مہدی درا محسوس ہوتی ہے

قفس میں فکر کا طائر اگر ہو تو وہ کیا جینا!
نہیں ہے کربلا، پر کربلا محسوس ہوتی ہے

اگرچہ ابتلا ہیں سینکڑوں پر غم نہیں کوئی
کہ ان کے پاس ہر دکھ کی دوا محسوس ہوتی ہے

حوادث اور طوفاں خشک و تر میں تیز رکھتے ہیں
جنوں والوں کو صرصر بھی، صبا محسوس ہوتی ہے

بڑھا ہے کاروانِ نوعِ انساں جانبِ منزل
یہ طاہر کی صدا بانگِ درا محسوس ہوتی ہے
ہزاروں منزلیں آتی ہیں راہِ عشق میں لیکن
ہر اک منزل سفر کی ابتداء محسوس ہوتی ہے
ہے پھونکی روح تازہ سینہ ایام میں کس نے؟
زِاعجاز مسیحا یہ جِلا محسوس ہوتی ہے
ملا ہے دورِ نو میں وہ شکوہ زندگی مجھکو
دھڑکتی مجھ سے خود میری قضا محسوس ہوتی ہے
بنائی نوح نے آ کر، ہے دینِ حق کی وہ کشتی
جسے موج تلاطم آسرا محسوس ہوتی ہے
ذرا سن! گوش دل سے داستاں فرہاد و مجنوں کی
جفا کب عشق والوں کو جفا محسوس ہوتی ہے
بہشتِ آخرت کیا ہے؟ فقط مہرِ خداوندی
وہ فردوسِ بریں، ان کی رضا محسوس ہوتی ہے
مرے سینے میں ہیں طوفان کہ جو اُمڈے آتے ہیں
مرے دل سے سدا اٹھتی گھٹا محسوس ہوتی ہے
نگاہِ چشمِ دل اسلام جب کرتی ہے نظارہ
ہر اک شے شیشۂ خالق نما محسوس ہوتی ہے

عبدالسلام اسلام

قصیدہ شاہ نعمت اللہ ولیؒ

از قلم:۔ مکرم مولانا سلطان محمود انور صاحب

(۲)

گذشتہ شمارہ میں ایک بہائی قلمکار کے مضمون بابت قصیدہ شاہ نعمت اللہ ولیؒ کا مختصر جائزہ پیش کیا گیا تھا۔ اب اسی تسلسل میں مزید بعض ضروری اور بنیادی امور کا جائزہ قارئین کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ جس سے صاف عیاں ہوگا کہ بہائی سوچ کسی بھی اخلاقی فکری عقلی ضابطہ کی پابند نہیں۔ جعلی فرضی روایتوں کا بنانا اور ان پر محلات تعمیر کرنا ان کا اصل مقصود ہے۔

بہائی مضمون نگار نے ایک طویل مضمون "قصیدہ شاہ نعمت اللہ ولی" کے عنوان سے سپرد قلم کیا ہے۔ جس میں ایک طرف اصل قصیدہ کو نعمت اللہ ولی دہلوی کی بجائے ولی کرمانوی کا ظاہر کیا ہے۔ اور بغیر کسی سند یا ثبوت کے ایک فرضی روایت پر بناء رکھ کر قصیدہ ولی کرمانوی ایرانی کی طرف اس کو نسبت دی ہے۔ جبکہ یہ اصل قصیدہ حضرت شاہ نعمت اللہ ولیؒ جو نواح دہلی میں ہوئے ان کا فکری قلبی سرمایہ ہے۔ اور حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اس اصل قصیدہ کو اپنی معروف اور بلند مرتبہ کتاب "الاربعین فی احوال المھدیین" مطبوعہ ۱۸۵۱ء میں درج فرمایا ہے۔ اور جسے حضرت بانی جماعت احمدیہؑ نے اپنی معروف کتاب "نشان آسمانی" میں الاربعین فی احوال المھدیین کے حوالہ سے نقل کیا۔ اور قصیدہ کے چیدہ چیدہ نکات کو اپنی تائید اور صداقت میں پیش کیا ہے۔

بہائی مضمون نگار کو یہ بات گراں گذری کہ اصل قصیدہ اور اس کے مندرجات حضرت بانی جماعت احمدیہؑ کی صداقت کیوں ثابت کریں۔ اس لئے انہوں نے پہلا وار کیا کہ ایک عیسائی مستشرق مسٹر براؤن کی روایت کو بنیاد بناتے ہوئے قصیدہ کو شاہ نعمت اللہ ولی کرمانوی کی طرف منسوب کرنے کی ناکام سعی کی۔ پھر اس مقصد کے حصول کے لئے فرضی روایات اور قصیدہ میں ہر طرح کا ردوبدل اور کتر وبیونت کی ہے کہ یہ قصیدہ حضرت بانی جماعت احمدیہ کی صداقت کی بجائے علی محمد باب اور بہاء اللہ کی صداقت ظاہر کرنے والا بن جائے۔

اس تعلق میں بہائی مضمون نگار کے مضمون کا مختصر تجزیہ گذشتہ شمارہ میں پیش کیا گیا تھا۔ اب اس شمارہ میں مضمون نگار کے "عقلی و نقلی دلائل" کی اصل حقیقت کو پیش کیا جا رہا ہے۔

(۱) مضمون نگار نے اپنے مضمون مطبوعہ "نفحات" کے شروع میں لکھا ہے۔ کہ

"اصل قصیدہ میں شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ مہدی "غرس" کے سال میں ظہور فرمائیں گے ان کے بعد بہاء اللہ کا ظہور ہو گا جو چالیس سال زندہ رہیں گے اور ان کے صعود کے بعد ان کا بیٹا ان کا جانشین ہو گا۔"

بہائی مضمون نگار نے یہ ساری باتیں محض جعلسازی سے اصل قصیدہ کی طرف منسوب کی ہیں۔ اگر یہ باتیں اس وضاحت کے ساتھ کہ "غرس کا سال" اور "مہدی کا ظہور" اور "ان کے بعد بہاء اللہ کا ظہور" اور "بہاء اللہ کا چالیس سال زندہ رہنا" اور بہاء اللہ کے "صعود کے بعد ان کے بیٹے کا جانشین ہونا" دنیا کے کسی بھی قصیدہ میں درج ہوں۔ تو پھر اختلاف اور جھگڑے کی بنیاد کیا رہ جائے گی۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ مضمون نگار نے قارئین کے ذہن کو بیجا طور پر متاثر کرنے کے لئے ان فرضی اور جعلی باتوں کو اصل قصیدہ کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ اس جھوٹ کو کبھی اور کہیں بھی پاؤں نصیب نہیں ہو سکتے۔ یہ بہائی ذہنیت ہے۔ جو کہ "اصل قصیدہ" کی طرف نسبت دے کر جھوٹ اچھالا گیا ہے۔

(۲) مضمون نگار کا دوسرا مفروضہ: لکھتے ہیں۔ "حضرت باب کا جب ۱۸۴۴ء میں ظہور ہوا۔ تو اسی زمانے میں بلکہ اس سے غالباً پہلے بھی نئے ظہور کے حق میں یہ قصیدہ ایک پیشگوئی کے طور پر ایران کی علمی محافل میں پیش کیا جاتا تھا۔" اتنا لکھنے کے بعد مضمون نگار کو اپنی فرضی سوچ کا احساس ہوا۔ کہ اگر علی محمد باب کے ظہور ۱۸۴۴ء سے قبل بھی اس قصیدہ کا علمی محافل میں چرچا تھا۔ تو باب بیچارے کو اس قصیدہ کا سہارا لینا کیوں نصیب نہ ہوا۔

الف: کیا باب خود اپنے ظہور کو اس قصیدہ کا مصداق نہیں سمجھتے تھے۔ یا

ب: باب کے حواریوں کو بھی جو علمی محافل میں تبصرے کرتے تھے۔ اس قصیدہ کو باب پر چسپاں کرنے کی نہ سوجھی۔

ج: خود باب زندگی بھر علمی محافل سے دور اور محروم تھے۔ کہ قصیدہ کی طرف زندگی بھر قبل و بعد ظہور، ان کی توجہ مبذول نہ ہوئی!

غالباً مضمون نگار کو بھی یہ باتیں ضرور کھٹکی ہیں۔ اس لئے باب کا سرسری ذکر کر کے فوراً بہاء اللہ کی طرف چھلانگ لگا گئے ہیں۔ اور لکھتے ہیں:-

(۳) "اس وقت یعنی ۱۸۴۴ء تک قصیدہ کے "شہریار" بہاء اللہ کا ظہور نہیں ہوا تھا۔" قارئین کرام! "شہریار" کی بات جاننے کے لئے قصیدہ کا حسب ذیل شعر پیش نظر رکھنا ہوگا۔

تا چہل سال اے برادر من　　دور آں شہر یار مے بینم

مضمون نگار نے بنیاد کے طور پر علی محمد باب کو استعمال کرنا چاہا۔ لیکن معاً خیال آگیا کہ باب بیچارے نے ۱۸۴۴ء میں دعویٰ کیا اور ۱۸۵۰ء میں بری طرح قتل کیا گیا۔ اس ذکر اور انجام سے توجہ ہٹانے کے لئے مضمون نگار لکھتے ہیں۔ "۱۸۴۴ء تک قصیدہ کے "شہریار" کا ظہور نہیں ہوا تھا۔"

سوال یہ ہے کہ ۱۸۴۴ء میں جس کا ظہور (علی محمد باب) ہوا اس کے ذکر کو کیوں ہڑپ کر کے "شہریار" کی طرف چھلانگ لگائی ہے۔ (۱) جس کو آپ بابیت کے بانی کے طور پر پیش کرتے ہیں (۲) جس کے قلم سے آپ نے اسلامی شریعت منسوخ کرائی (۳) جس کا مرتبہ یہ ہے کہ بقول مضمون نگار "مرزا حسین علی بہاء اللہ حضرت باب کے مومن و پیروکار تھے اور اسطرح آپ "نائب مہدی" ہوتے ہیں۔"

اس علی محمد باب کا سرسری ذکر کر کے آپ "شہریار" باب کے "مومن و پیروکار" اور باب (مہدی) کے "نائب مہدی" کی طرف بھاگ نکلے پہلے باب (مہدی) کے حشر کو بھی دنیا کے سامنے لائیں۔ اگر شہریار کے ۴۰ سال آپ کو پچ نہیں رہے۔ تو باب کی چھ سالہ عبرت آموز زندگی پر آپ کیوں خاموش ہیں پہلے اصل کی صداقت سامنے لائیں پھر نائب کا راگ الاپیں۔ (۴) بہائی مضمون نگار جس قصیدہ پر طبع آزمائی کر رہے ہیں اس کی حقیقت خود ان کے الفاظ میں ملاحظہ ہو لکھتے ہیں:۔

"معروف مستشرق اور "بابیات" کا ماہر پروفیسر جی ای براؤن لکھتا ہے۔ کہ وہ جب ۹ اگست ۱۸۸۸ء کو ماہان (کرمان) گیا تو اس کے اپنے بیان کے مطابق وہاں کے بابیوں نے اسے بتایا کہ اس قصیدہ میں حضرت باب کا سال ظہور ۱۸۴۴ء/۱۲۶۰ھ دیا گیا ہے۔"

مضمون نگار بہت سادہ ذہن رکھتے ہیں۔ کہ قصیدہ میں باب کے سال ظہور کا ذکر تلاش کر لیا۔ لیکن یہ بھول گئے۔ کہ ۱۸۸۸ء میں جب براؤن کے ہاتھ یہ قصیدہ لگا۔ اس وقت باب کو قتل ہوئے ۳۸ سال گذر چکے تھے۔ بابی سال ظہور کی بحث کرتے پائے گئے کہ ۱۸۴۴ء سال ظہور ہے لیکن بابی عبرتناک انجام کا "ذکر خیر" کرنے سے کیوں گریزاں تھے۔ مضمون نگار اس قصیدہ کا سہارا صرف باب کے سال ظہور کی حد تک لیتے ہیں۔ لیکن سال انجام پر کیوں خاموش ہیں۔ دوسری طرف بہاء اللہ کے سال انجام پر قصیدہ کو ۴۰ سال کے حوالہ سے مضبوط تھام رکھا ہے۔ لیکن بہاء اللہ کے سال آغاز پر قصیدہ کا سہارا تلاش نہیں کرتے مضمون نگار کی مجبوری یہ ہے کہ بابی بہائی حلقوں میں جس قصیدہ کا

سہارا لیا جا رہا ہے۔ وہ بقول پروفیسر براؤن پہلی دفعہ اگست ۱۸۸۸ء میں اسے ایک درویش سے ہاتھ لگا۔ لیکن باب کی زندگی قصیدہ کی اشاعت (بقول براؤن) ۱۸۶۰ء سے دس سال قبل انجام کو پہنچ چکی تھی اور مضمون نگار کے استدلال کو سامنے رکھتے ہوئے یہ قصیدہ کبھی بہاء اللہ کے ہاتھ نہیں لگا۔ کہ وہ اپنی صداقت کی تائید میں اس قصیدہ کو استعمال کرتے۔ یہ بیچارے مضمون نگار کو مصیبت اٹھانی پڑ رہی ہے۔ کہ باب اور بہاء اللہ کی وفات کی صدی ڈیڑھ صدی بعد قصیدہ سے ان کو مہدی اور مسیح ثابت کریں۔

مسٹر براؤن جس کو بہائی مضمون نگار نے "بابیات" کا ماہر قرار دیا ہے۔ وہ بلاشبہ بابی اور بہائی سوچ سے پوری طرح واقف تھا۔ کہ اس نے درویش سے حاصل کردہ قصیدہ ۱۸۸۸ء سے لے کر ۱۹۲۰ء تک بہائیوں بابیوں کے ہاتھ نہیں لگنے دیا۔ کہ کچھ عرصہ تو بہائیوں کی دستبرد سے قصیدہ محفوظ رہے۔ لیکن بہائیوں کا مزاج شناس ہوتے ہوئے مسٹر براؤن نے لگی لپٹی رکھے بغیر جہاں قصیدہ کو ۱۹۲۰ء میں شائع کیا وہاں یہ بھی بھانڈہ پھوڑ دیا۔ کہ شاہ نعمت اللہ کرمانی کے دیوان میں یہ قصیدہ سرے سے موجود ہی نہیں۔ اس کے باوجود بہائی قلمکاروں کو عقل نہیں آ رہی۔ اور وہ بے سروپا قصیدہ کے حوالہ سے باب اور بہاء اللہ کا قصیدہ الاپ رہے ہیں۔

(۵) مضمون نگار مزید لکھتے ہیں:۔

"براؤن لکھتا ہے کہ اس نے ماہان کے ایک درویش سے یہ قصیدہ حاصل کیا۔ جو نسخہ "قدیم ترین تھا اور لائق اعتماد" بھی۔ اسے پتہ چلا۔ کہ اس میں تاریخ ظہور ۱۲۶۰ھ کی بجائے ۱۲۷۴ھ دی ہوئی ہے یعنی غ۔ ر۔ س کی جگہ ع۔ ر۔ د لکھا ہوا ہے۔ اور رضا قلی خان کے مجمع الفصحاء میں ۱۲۰۴ بنتی ہے۔ (د۔ ر۔ ع)"

مضمون نگار کو جب یہ علم ہو چکا کہ مسٹر براؤن کے حاصل کردہ قصیدہ کے علاوہ دوسرے قصائد بھی ہیں اور (غرس) (عرد) اور (درغ) کے سال ظہور فرمائیں گے۔" لطف کی بات یہ ہے۔ کہ مضمون نگار نے اپنے مضمون کی بنیاد "غرس" پر رکھی ہے۔ لیکن مسٹر براؤن کے جس قصیدہ کو اپنی تائید میں پیش کیا ہے۔ اس میں "غرس" کی بجائے "ع ر د" درج ہے چنانچہ مضمون نگار کے درج کردہ قصیدہ میں شعر نمبر ۴ حسب ذیل ہے۔

"عین و را د دال چوں گذشت از سال   بو العجب کاروبار مے بینم

اسے کہتے ہیں "ماروں گھٹنا پھوٹے آنکھ" مضمون کی بنیاد غرس پر رکھی اور ثبوت میں "عرد" پیش کر رہے ہیں۔ لیکن مضمون نگار اتنے سادہ بھی نہیں۔ چند سطور آگے چل کر "غرس" کی روایت بھی

سامنے لائے ہیں۔ لیکن مضمون نگار کے حق میں کہیں زیادہ بہتر ہو تا کہ ایسا تکلف نہ فرماتے۔ مضمون نگار لکھتے ہیں:

"جو لوگ حضرت باب کے ظہور کا انکار کرنے کی نیت سے قصیدے کے اس نسخہ ہی کو تحریف شدہ قرار دے رہے ہیں جس میں غ۔ ر۔ س (غرس) آیا ہے .... تھوڑی دیر کے لئے چلئے مان لیتے ہیں کہ قصیدے میں غ۔ ر۔ س نہیں آیا مگر ہم کہتے ہیں کہ کئی دیگر بشارات میں بھی تو "غرس" آیا ہے پھر آپ اس کا انکار کیسے کریں گے؟ سال "غرس" کی تائید احادیث و روایات سے بھی ہوتی ہے۔ جہاں کہا گیا ہے کہ .... حضرت علیؓ سے مروی ہے۔ کہ آپ نے فرمایا "در سال "غرس" (۱۲۶۰ھ) شجرۂ ہدایت الٰہی در جہاں کاشفہ خواہد شد"

قارئین کرام! یہ روایت جو حضرت علیؓ کی طرف منسوب کی گئی اور "غرس" کو مہیا کئے بغیر بہائی موقف کو بنیاد نہیں ہاتھ آتی تھی۔ یہ مضمون نگار کا کمال ہے۔ کہ اگر معروف قصیدوں میں "غرس" والا نسخہ دنیا میں سراسر مفقود ہے۔ تو بہائیت کی فیکٹری روایات بنانے میں یدِطولی رکھتی ہے۔ پھر کمی کس چیز کی؟

یہ روایت حضرت علیؓ کی طرف منسوب کردہ کسی حدیث کی معروف کتاب سے پیش نہیں کی گئی کسی اسلامی قدیمی لٹریچر سے ہاتھ نہیں لگی۔ (اگر لگی ہوتی تو اس کا ذکر کرنا تھا) بلکہ یہ بہائیت کی آغوش میں بیٹھ کر اپنے مقاصد کی تائید میں وضع کی ہوئی روایت ہے۔ جو تاریخ نبیل صفحہ ۴۶ پر درج ظاہر کی گئی ہے۔ گویا مضمون نگار نے آخر "غرس" کی تائید میں حوالہ نکال ہی لیا۔ یہ الگ بات ہے۔ کہ تاریخ نبیل ایک بہائی قلمکار اپنی خود وضع کردہ تاریخ "الواح" اور لٹریچر میں آئے دن روایتیں اور شواہد گھڑتے رہے ہیں۔ "غرس" کی روایت بھی انہی جیسی "تاریخ نبیل" سے تلاش کر لائے ہیں۔

"تاریخ نبیل" کے بارہ میں جس پر "غرس" والی روایت کی بنیاد قائم کر کے ۱۲۶۰ھ میں علی محمد باب کا دعویٰ ظاہر کیا جا رہا ہے۔ اور پھر "غرس" والی روایت کو باب کے ظہور کی دلیل کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ غالباً بہائی مضمون نگار بیچارے کو یہ علم ہی نہیں۔ کہ تاریخ نبیل باب کے قتل (۱۲۶۶ھ) کے قریباً ۳۸ سال بعد ایک شخص نبیل زرندی نے لکھنی شروع کی اور ابھی چار پانچ سال ہی گذرے تھے۔ کہ بہائیت کا یہ گھریلو مورخ بھی سمندر میں غرق ہو گیا۔ بعض حلقوں کے مطابق اس کی ہلاکت خودکشی تھی۔ پس جو تاریخ نبیل علی محمد باب کی ہلاکت کے قریباً ۴۰ سال بعد لکھی گئی۔ اس میں "غرس" کی روایت کو بہائی مضمون نگار باب کی سچائی کی دلیل کے طور پر پیش کرتا ہے۔ ایسے دلائل جو مفروضوں

اور جعلسازیوں سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے ان کا سہارا لے کر بہائی مضمون نگار کا قصیدہ شاہ نعمت اللہ ولی کا باب اور بہاء اللہ کو مصداق ٹھہرانا بہائیوں کی عقل و شعور کو ہی راس آ سکتا ہے۔ ورنہ کوئی معقول فہم و ذکا رکھنے والا شخص ایسی فریب کاریوں کو کیونکر لائق اعتناء سمجھ سکتا ہے۔

اس مرحلہ پر بہائی حضرات سے اپیل ہے۔ کہ اپنے مفروضوں کی دنیا میں جو چاہیں کھیل کھیلیں۔ لیکن خدارا حضرت علی رضی اللہ عنہ جیسے مسلّمہ خلیفہ راشد کی ذات کو مفروضوں کا نشانہ نہ بنائیں۔ اگر اپنی روایات کو عن نبیل۔ عن باب۔ عن بہاء وغیرہ کی سند سے شروع کریں تو بہائی طبقہ کو زیادہ خوشی ہوگی مگر امت مسلمہ کے معروف بزرگوں کی ثقاہت پر چھینٹے تو نہ پڑیں گے۔ لیکن بہائی قلمکاروں کو شاید اس لئے امت مسلمہ کے بزرگوں کی توہین کی فکر نہیں کہ وہ اولا باب سے پھر بہاء اللہ کے ذریعہ اسلامی شریعت کو کلیتہً مردہ اور منسوخ قرار دے چکے ہوئے ہیں۔

بہائی مضمون نگار نے "غرس" والی جعلی فرضی روایت جہاں درج کی ہے۔ اور تاریخ نبیل اس کا منبع قرار دیا ہے۔ اس کے ہاتھ تین اور روایتیں بھی مزید حمایت و تائید کے لئے درج کی ہیں۔ جن کا منبع اور ماخذ تاریخ نبیل۔ ظہور قائم آل محمد۔ بہائی میگزین ۱۹۷۵ء بیان کیا ہے۔ گویا "غرس" والی روایت کی ثقاہت اسلامی لٹریچر سے پیش نہیں کر سکے۔ اور چاروں وضعی روائتیں خود بہائیوں کی گھریلو کتابوں میں درج ہیں۔ اور قارئین کے لئے بہائی مضمون نگار اپنے مضمون کا وزن خود بہائیوں کی گھڑی ہوئی روایتوں سے بڑھا رہا ہے۔

-- مندرجہ بالا تجزیہ سے صاف عیاں ہے کہ باب کے دعویٰ مہدویت کی کوئی معقول، صحیح اور مسلّمہ روایت پیش نہیں کی گئی۔ اور خاص طور پر "غرس" کے ساتھ ع۔ ر۔ د نیز درغ وغیرہ الفاظ والی روایات بھی موجود ہیں تو ان جملہ روایات کی موجودگی میں کسی ایک روایت پر انحصار کرنا اور وہ بھی من گھڑت اور فرضی روایت پر اصرار کرنا مضمون نگار کے فکری کھوکھلے پن کا مظاہرہ ہے۔ اور ان روایتوں پر انحصار کر کے حضرت بانی جماعت احمدیہؑ کی ذات اور تحریرات پر اعتراض کرنا اس سے بھی زیادہ سفاہت ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسی سوچوں کو راہ راست دکھائے۔ آمین۔ (باقی آئندہ)

دعائے مغفرت

مکرم شیخ فضل حق صاحب سابق صدر جماعت احمدیہ سبی بلوچستان ۲۳ جون ۲۰۰۰ء کو بعمر ۸۸ سال کراچی میں رحلت فرما گئے۔ مرحوم کا جنازہ ربوہ لایا گیا اور بہشتی مقبرہ میں تدفین ہوئی۔ مرحوم کے ایک بیٹے مکرم انعام الحق کوثر صاحب مربی سلسلہ احمدیہ (امریکہ) میں خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ جبکہ دوسرے بیٹے مکرم احسان الحق صاحب شاہین امیر ضلع ٹھٹھہ سندھ ہیں۔ مرحوم کی دو بیویوں سے ۱۰ بیٹے بیٹیاں ہیں۔ جو سب شادی شدہ ہیں۔ ادارہ انصار اللہ پاکستان جملہ پسماندگان سے اظہار تعزیت کرتا ہے اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے اور سب لواحقین کو صبر و جمیل کی توفیق دے۔ (ادارہ)

انصار "سلطان القلم"

مخدوم الملت حضرت مولانا عبدالکریم سیالکوٹی ...... کی تصنیفات کا اجمالی جائزہ

از مکرم احمد طاہر مرزا بدوملہوی

مختصر سوانحی خاکہ

مخدوم الملت حضرت مولانا خواجہ عبدالکریم صاحب (سابق کریم بخش) سیالکوٹ میں ۱۸۵۸ء کو پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم سیالکوٹ میں ہی حاصل کی۔ سیالکوٹ میں آپ کی تقاریر، لیکچرز اور مضامین کی شہرت عام تھی۔

بورڈ سکول سیالکوٹ میں فارسی مدرس کے طور پر کام کیا۔ آپ اپنے ابتدائی زمانہ شباب میں عیسائیوں کے ساتھ مناظرے کیا کرتے تھے۔ ۱۸۸۰ء کے عشرہ میں آپ کی بعض تقاریر اور لیکچرز اخبارات و رسائل اور کتابی شکل میں شائع ہوتے رہے۔ آپ کے بعض مضامین رسالہ انوار الاسلام سیالکوٹ اور الحق سیالکوٹ میں بھی شائع ہوئے۔ آپ کی زیادہ تر تحریرات منشی غلام قادر فصیح کے مطبع پنجاب پریس سیالکوٹ سے شائع ہوتی رہیں۔ عیسائیت کے مناد سے مذاکرات کا آپ کو خاص ملکہ تھا۔

۱۸۸۹ء کے بعد آپ کی زندگی کا نیا دور شروع ہوتا ہے آپ نے اپنی تمام تر خدمات اپنے آقا حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہؑ کے حضور پیش کر دیں اور قلمی و لسانی میدان میں اپنے تئیں وقف کر دیا آپ ۱۸۹۸ء میں سیالکوٹ چھوڑ کر قادیان تشریف لے آئے اور زندگی کے آخری سال حضرت امام الزمانؑ کی صحبت میں گذارے۔

ان آٹھ سالوں میں آپ نے سینکڑوں خطوط کے جوابات دیئے جو حضرت بانی سلسلہ احمدیہؑ کی خدمت اقدس میں استفسار کے لئے آیا کرتے تھے۔ امامت کی غیر معمولی ذمہ داری کماحقہ تا وفات نبھائی۔ قادیان میں الحکم اور البدر میں آپ کے مضامین، خطبات، تقاریر اور لیکچرز کا عام چرچا تھا۔ خطبات جمعہ ارشاد فرمائے۔ کبھی کبھی اردو اور فارسی میں صافی کے نام سے شاعری بھی کی ہے۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہؑ

کے ارشادات پر بعض خصوصی مضامین بھی رقم فرمائے۔ التبلیغ لکھنے کی تجویز عربی زبان میں، خطبہ الہامیہ قلمبند کرنے اور اردو میں ترجمہ اور بعض اور کتب و مضامین کے ترجمہ کرنے کے سلسلہ میں آپ کی خدمات یادگار ہیں۔ جلسہ مذاہب میں حضرت بانی سلسلہ کا مضمون آپ نے پیش فرمایا۔ نیز عربی میں خطبہ ارشاد کرنے کے بارے میں حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نے درخواست کی۔

۱۹۰۵ء میں جب آپ پر بیمار ہوئے تو اخبار الحکم نے مسلسل ۶ ماہ آپ کی علالت کے بارہ میں اطلاعات و اعلانات بسلسلہ دعا شائع کئے۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہؑ نے آپ کے لئے غیر معمولی دعائیں کیں۔ اور مجالس میں بار بار آپ کا ذکر آتا رہا۔ تاہم حضرت اقدسؑ کے الہام "دو شہتیر ٹوٹ گئے" کے مطابق آپ ۱۱۔ اکتوبر ۱۹۰۵ء کو رحلت فرما گئے۔ آپ کی بوقت وفات عمر ۴۷ سال تھی۔ اخبار الحکم نے یادگار کریمیہ شروع کی۔ آپ کے وصال کے بعد مسلسل دو ماہ تعزیت نامے اور منظوم و منثور مرثیے شائع ہوتے رہے۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے اس خادم کامل کے فراق پر غیر معمولی تعزیتی جذبات کا اظہار فرمایا۔

غلام اپنے آقا کی نظر میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہؑ فرماتے ہیں: "رات تین بجے تک جاگتا رہا تو کاپیاں اور پروف صحیح ہوئے۔ مولوی عبدالکریم کی طبیعت علیل تھی۔ وہ بھی جاگتے رہے۔ یہ بھی ایک جہاد ہی تھا۔"

(البدر ۲۰ جنوری ۱۹۰۳ء صفحہ ۳۴)

۱۹۰۰ء کی ایک رؤیا ایڈیٹر الحکم رقمطراز ہیں: "مولانا عبدالکریم صاحب نے جو خطبہ ۱۷۔ اگست ۱۹۰۰ء کو پڑھا۔ حضرت اقدسؑ نے اس کی تعریف فرمائی۔ مولانا نے دوبارہ اس خطبہ کو اپنے قلم سے لکھا۔ اور کہا کہ کاش مجھے معلوم ہوتا کہ میری یہ دل کی باتیں قبول کا شرف پائیں گی۔ کل صبح کی اذان سے قبل میں کیا دیکھتا ہوں کہ میرے داہنے کان کے ساتھ بہت سے ٹیلی فون لگے ہیں۔ اور مختلف شہروں سے مختلف دوستوں کی طرف سے آوازیں آرہی ہیں کہ جو کچھ آپ ہمارے مسیح موعودؑ کی نسبت کہتے ہیں۔ ہم اس کو خوب سمجھتے ہیں، مجھے خیال پڑتا ہے کہ کسی نے یہ بھی کہا کہ 'ہم اس کا اعتراف کرتے ہیں۔' تحدیث نعمت کے طور پر میں یہ بھی لکھنا ضروری سمجھتا ہوں کہ بعد نماز جمعہ حضرت اقدسؑ سے کچھ عرض کرنے کے لئے اندر گیا۔ بعد ادھر ادھر کے ذکر کے میں نے خطبہ کی نسبت حضور سے پوچھا۔ فرمایا 'یہ بالکل میرا مذہب ہے جو آپ نے بیان کیا۔"

نیز فرمایا:

"خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ آپ معارف الٰہیہ کے بیان میں بلند چٹان پر قائم ہو گئے۔

(الحکم ۲۴۔ اگست ۱۹۰۰ء صفحہ ۱۲)

حضرت اقدسؑ نے حضرت مولانا صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا تھا۔

"اب تو آپ بھی ہمارے ساتھ گالیوں میں شامل ہو گئے۔ بڑا ثواب ہے"

(الحکم ۱۰۔ اکتوبر ۱۹۰۶ء صفحہ ۱۰)

کتابیاتی جائزہ

اس مضمون کا مقصد آپ کی کتب و تحریرات کا اجمالی تعارف ہے جسے ہدیہ قارئین کیا جا رہا ہے۔

(۱) **الحق (سیالکوٹ):** یعنی تصدیق اصول اسلام و تحقیق ملت قومیہ حضرت خیرالانام صلی اللہ علیہ وسلم کا ماہوار رسالہ الحق (سیالکوٹ) یہ رسالہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی .... نے محض للہ اور خالصتاً دفاع اسلام، تحقیق اسلام اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اظہار شان کے لئے شروع کیا۔ اس کا پہلا شمارہ ۱۳۰۹ھ مطابق اکتوبر ۱۸۹۱ء کو شائع ہوا۔ ماہوار رسالہ کے ناشر و مہتمم منشی غلام قادر فصیح تھے۔ اور آپ کے مطبع پنجاب پریس سیالکوٹ سے شائع ہوا اس کے پہلے شمارہ کے ۳۰ صفحات تھے۔ الحق کے پہلے چار شماروں میں الحق مباحثہ لدھیانہ شائع ہوا جو کہ جولائی ۱۸۹۱ء کو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام و محمد حسین بٹالوی صاحب کے درمیان ہوا۔ الحق سیالکوٹ کے پہلے ۴ شماروں میں مباحثہ لدھیانہ شائع ہوا جس کے ۱۲۴ صفحات تھے اور یہ مباحثہ آپ نے اپنے رسالہ الحق سیالکوٹ میں ترتیب دیا جو کہ روحانی خزائن جلد نمبر ۴ میں یہ الحق مباحثہ لدھیانہ کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔

(الحق سیالکوٹ مطبوعہ ۱۸۹۱ء و الحق مباحثہ لدھیانہ از روحانی خزائن جلد ۴)

(۲) **الحق سیالکوٹ:-** نومبر و دسمبر ۱۸۹۱ء جنوری تا اپریل ۱۸۹۲ء ان شماروں میں الحق مباحثہ دہلی کا ذکر ہے جو سیدنا حضرت مسیح موعودؑ اور مولوی محمد بشیر بھوپالی کا مباحثہ حیات و وفات مسیح کے موضوع پر ہوا۔ یہ مباحثات تحریری تھے۔ یہ مباحثہ ۹۰ سے زائد صفحات پر مشتمل ہے اس طرح الحق سیالکوٹ مؤلفہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی ..... کے ۵ تا ۷ شمارہ جات میں الحق مباحثہ لدھیانہ و دہلی کی مکمل روئیداد اور تفاصیل آگئی ہیں۔ الحق مباحثہ دہلی کتابی صورت میں جنوری ۱۹۰۵ء میں شائع ہوا۔ جو کہ موجودہ روحانی خزائن کی جلد ۴ میں شامل ہے۔ الحق سیالکوٹ شمارہ نمبر ۸ تا ۱۰ میں مولوی محمد بشیر بھوپالی اور حضرت سید محمد احسن امروہی ...... کے مابین مراسلات شامل ہیں جس کے ۹۶ صفحات ہیں الحق جلد ۱ نمبر ۱۰ جو کہ روحانی خزائن جلد ۴ میں شامل ہے کے آخری ۲۰ صفحات روحانی خزائن کی جلد ۴ میں شامل نہیں ہیں جو کہ مراسلت نمبر ۲ کے تحت ہے۔

(۳) القول الفصیح فی اثبات حقیقتہ مثیل المسیح

۱۸۹۰ء کے بعد سیالکوٹ کی جماعت کے رفقائے کرام نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعاوی کی تصدیق و تائید نیز صداقت مسیح موعود و وفات مسیح کے موضوعات پر متعدد کتب لکھیں۔ زیر نظر کتاب ۱۸۹۰ء کے عشرہ کی ہے یہ کتاب ازالہ اوہام، فتح اسلام اور توضیح مرام کی تائید و تصدیق نیز وفات مسیح اور

حقیقت مثیل مسیح کے عنادین پر لکھی گئی۔ حضرت مولوی صاحب نے اس کتاب میں گذشتہ مجددین کے کارناموں کی ہلکی سی جھلک پیش فرما کر سیدنا امام الزمانؑ کے بعض کارناموں کو بطور مثال پیش فرمایا ہے۔ نیز بعض گذشتہ مجددین کی پیشگوئیاں رقم فرمائی ہیں۔ یہ کتاب ۱۸۹۲ء میں باہتمام منشی غلام قادر فصیح صاحب پنجاب پریس سے شائع ہوئی۔ علاوہ ازیں گذشتہ مجددین حضرت ابن عربیؒ اور حضرت شاہ ولی اللہؒ کے بعض الہامات اور دعاوی بھی نقل کئے ہیں۔ جن سے حضرت بانی سلسلہ احمدیہؑ کے دعاوی کی تائید ہوتی ہے

(۴) لیکچر گناہ

حضرت مولانا موصوف کا یہ لیکچر پہلی بار پنجاب پریس سیالکوٹ سے منشی غلام قادر فصیح صاحب کے مطبع سے ۹۱-۱۸۹۰ء کے سالوں میں شائع ہوا اس کتاب کا ذکر حضرت میر حامد شاہ صاحب سیالکوٹی ...... کی کتاب جس میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہؑ کی تحریرات کی رو سے وفات مسیح اور دعویٰ مثیل مسیح ثابت کیا گیا ہے اور جس کا نام "مسیح کا دوبارہ دنیا میں آنا ہے" پنجاب پریس سیالکوٹ سے ۱۸۹۰ء کو شائع ہوئی سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لیکچر ۱۸۸۹ء یا ۱۸۹۰ء کا ہے اس وقت حضرت مولانا موصوف بورڈ سکول سیالکوٹ میں مدرس کے عہدہ پر فائز تھے۔ اس لیکچر کا تعارف منشی غلام قادر صاحب فصیح صاحب یوں کرواتے ہیں:۔

"گناہ کی تعریف' اس کے مبداء پر بحث۔ اس کے نتائج و ثمرات۔ گناہ کی فلاسفی اس کی نیچرل ہسٹری۔ کفارہ کی لطیف تردید مذاہب مختلفہ کا اضطراب' نجات کے بارہ میں اسلام کا آخر کار مطابق فطرت اور مستقیم راہ تیار کر دینا وجدانی اور مشاہدات کے دلائل سے ثابت کیا گیا ہے۔ اپنے مطلب کا یہ دنیا میں پہلا رسالہ ہے اور بالکل نئی تحقیقات ہے۔"

(مسیح کا دوبارہ دنیا میں آنا پنجاب پریس سیالکوٹ ۱۸۹۱ء صفحہ ۳۳ اندرون آخری ٹائیٹل صفحہ)

(۵) لیکچر موت

یہ لیکچر دراصل وجود باری تعالیٰ اور ہستی باری تعالیٰ کے دلائل پر مشتمل ہے۔ اس کا ذکر بھی کتاب مسیح کا دوبارہ دنیا میں آنا جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے' میں آیا ہے۔

"موت سے ذات باری تعالیٰ کے وجود کا ثبوت موت کے بعد کے واقعات کا دلنشین حال معاد کا نفس الامری بیان' نہایت دلکش اور عالی شان عبارت میں بیان کیا گیا ہے۔" یہ لیکچر بھی ۱۸۹۰ء کے عشرہ میں زیور طباعت سے آراستہ ہوا۔ (مسیح کا دوبارہ دنیا میں آنا صفحہ ۳۳)

(۶) ہادی کاملؑ

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی ...... کی ایک مختصر کتاب جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت دلائل عقلیہ و نقلیہ سے پیش کی گئی ہے۔ نیز آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیت تمام انبیاء پر ثابت کی گئی ہے۔ نہایت لطیف کتاب ہے۔ ۱۸۹۳ء میں شائع ہوئی اس کتاب کے تعارف میں منشی غلام قادر فصیح صاحب رقمطراز ہیں۔

"مولوی عبدالکریم صاحب مدرس فارسی' بورڈ سکول سیالکوٹ نے اس میں جناب سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بڑے پُر زور عقلیہ و نقلیہ دلائل سے اکمل مکمل ہادی اور تمام دنیا سے اعلیٰ و افضل ثابت

کیا ہے۔ ممکن نہیں کہ کوئی شخص اس کو پڑھ کر آنحضرتؐ کے افضل و اکمل ہونے کا سچے دل سے اقرار نہ کرے۔"
(مسیح کا دوبارہ دنیا میں آنا صفحہ ۳۲)

(۷) ایام الصلح کا فارسی ترجمہ

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب ایام الصلح کی اشاعت ۱۸۹۸ء کو ہوئی حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی ......نے اس کا نہایت فصیح و بلیغ فارسی زبان میں ترجمہ کیا جو کہ اگست ۱۸۹۸ء کو کتابی شکل میں شائع ہوا۔ جسے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پسند فرمایا۔ (ایام الصلح فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۹۸ء)

پہلی بار یہ کتاب مطبع ضیاء الاسلام قادیان سے حضرت حکیم فضل الدین صاحب بھیروی ......کے زیر اہتمام اگست ۱۸۹۸ء میں شائع ہوئی۔ اس کے ۱۴۵ صفحات ہیں۔

(۸) حضرت مسیح موعود جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے کیا اصلاح اور تجدید کی۔ ایک لیکچر

حضرت مولوی صاحب ...... تقریر و تحریر نیز خطاب و گفتگو پر کمال دسترس رکھتے تھے۔ آپ کے بعض لیکچرز اپنی مقبولیت، سحر انگیزی میں شہرۂ آفاق ہیں۔ زیر نظر لیکچر آپ نے ۱۸۹۸ء میں ارشاد فرمایا جو کہ فروری ۱۸۹۹ء کو کتابی شکل میں تیار ہو چکا تھا۔ اس کی اشاعت جولائی ۱۹۰۰ء کو ہوئی۔ اس کے ۷۰ صفحات ہیں اور حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی کے مطبع انوار احمدیہ قادیان سے شائع ہوا۔

یہ لیکچر حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی .....کی شہرۂ آفاق تصنیف لطیف سیرت حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ شائع ہوا۔ اس کتاب کے بارہ میں اخبار الحکم نے لکھا ہے:

> "حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی کے لیکچر (موسومہ حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیانی نے کیا اصلاح اور تجدید کی) کو حضرت اقدسؑ نے پڑھا اور ۲۶ فروری ۱۸۹۹ء کو بیت مبارک میں احباب سے فرمایا:
>
> "میں چاہتا ہوں کہ ہمارے سب دوست اسے ضرور پڑھیں۔ اس لئے کہ اس میں بہت سے نکات لطیفہ ہیں اور یہ نمونہ ہے ایک شخص کی قوت تقریر کا اور اسی منوال پر مخصوصاً ہماری جماعت کو مقرر بننے کی کوشش کرنی چاہیے۔"

(الحکم جلد نمبر ۳ نمبر ۳۰۔ ۱۸۹۹ء صفحہ ۷)

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب اس لیکچر کی بابت فرماتے ہیں:

> "مجھے اس (لیکچر) کی نسبت اتنا کہنا بڑی بڑی نظروں اور تقریضوں کے قائمقام معلوم

ہوتا ہے۔ کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اسے پڑھا اور ۲۶ فروری کو (بیت) مبارک (قادیان) میں احباب سے فرمایا کہ ہمارے سب دوست اسے ضرور پڑھیں اس لئے کہ اس میں بہت سے نکات لطیفہ ہیں......" (دیباچہ کتاب ھذا)

اس لیکچر میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہؑ کے انداز تحریر و تقریر کا نمایاں رنگ ہے۔ اور یہ خصوصیت حضرت مولوی صاحب میں کمال درجہ کی تھی۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہؑ کی صداقت مشاہدات فطرت، مشاہدات ذاتیہ اور کئی منطقی، عقلی، نقلی دلائل کے ساتھ پیش کی گئی ہے۔ گذشتہ مجددین امت کے بعض تجدیدی کارناموں کے ذکر کے ساتھ تقابلی جائزہ بھی موضوع کتاب ہے۔

تجدید دین حق کی روایت، ضرورت زمانہ، آپ کا دفاع، دین حق، مذاہب عالم کو نشان نمائی کی دعوت، غیر معمولی پیشگوئیاں اور نشانات اور ان کا پورا ہونا۔ غیرت دین حق اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کامل نمونے وفات مسیح، معاندین دین حق کا انجام۔ نیز بعض اور تجدیدی نشانات کو آپؑ کی صداقت کے طور پر پیش کیا ہے۔ اس کتاب کے آخر میں سرسید احمد خاں کے خیالات بابت اسلام کا ردّ بھی فرمایا ہے۔ اور لکھا ہے کہ ان کی تحریریں مغربی فلسفہ سے متاثر ہو کر اسلام کی صحیح عکاسی نہیں کرتیں۔ حضرت مولوی صاحب نے بعض ذاتی کشوف و انکشافات بھی درج فرمائے ہیں۔

(۹) سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام

حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی کی یہ شاہکار کتاب ہے۔ اور حضرت بانی سلسلہ احمدیہؑ کی سیرت پر سب سے لطیف اور جامع کتاب ہے۔

آج سے ایک صدی قبل جنوری ۱۹۰۰ء میں آپ نے یہ کتاب رقم فرمائی اور پہلی بار جولائی ۱۹۰۰ء میں ۷۰۰ کی تعداد میں مطبع انوار احمدیہ سے حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی ..... نے شائع کی اس کتاب مستطاب کے ۶۰ صفحات ہیں۔ اور آج تک اس کے متعدد IMPRESSION شائع ہو چکے ہیں۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہؑ کی سیرت و سوانح پر بعد میں جو بیسیوں کتب و مضامین لکھے گئے ہیں ان کا بنیادی ماخذ یہ تصنیف لطیف ہے۔ حضرت مولانا موصوف فرماتے ہیں:

پہلا قطرہ

"سیرت مسیح موعود" پر لکھنا اور چند صفحوں پر قناعت کرنا لاریب تعجب انگیز بات ہے۔ اس نام کو سن کر بالبداہت ایک شخص کے خیال میں آئے گا کہ ایک کبیر اور ضخیم کتاب ہوگی۔ مگر اصل بات یہ ہے کہ میں نے جو کچھ لکھا ہے یا کہا ہے اس سے ...... دوستوں کے لئے ایک راہ تیار کی ہے۔"

(دیباچہ کتاب ھذا)

مزید فرماتے ہیں:۔

"اس رسالہ کی تالیف سے میری اصلی غرض جو میرے ذرہ ذرہ وجود میں خمیر کی گئی

ہے...... یہ ہے کہ میں دکھادوں کہ وہ شخص کیسا ہونا چاہیئے جس کے ہاتھ میں ہم ایمان جیسی گرامی قدر امانت کریں...... میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کو مد نظر رکھ کر اور اسے مبنیٰ قرار دے کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت لکھی ہے اور درحقیقت خدا کے فضل سے کامیابی کے ساتھ ثابت کردیا ہے کہ اس زمانہ میں امام حق اور ہادی اور مہدی ہمارے آقاء و محبوب حضرت مرزا غلام احمد قادیانی ہیں" (دیباچہ صفحہ ۲)

(۱۰) ضمیمہ واقعات صحیحہ

حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیانیؑ اور پیر مہر علی صاحب گولڑوی کے مابین جو واقعات رونما ہوئے۔ تفسیر کے حوالے سے جو باتیں سامنے آئیں۔ نیز مہر علی صاحب گولڑوی نے جن راہوں سے فرار اختیار کر کے سستی شہرت حاصل کرنے کی کوشش کی اس بارہ میں مضامین اس کتابچے میں شامل ہیں۔

یہ ضمیمہ بار اول انوار احمدیہ پریس قادیان سے حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی .....کے اہتمام سے اکتوبر ۱۹۰۰ء میں شائع ہوا اس کے ۲۴ صفحات ہیں ۱۹۔ اکتوبر کے اخبار عام میں ایک امرتسری مولوی نے ۱۶ ستمبر کی چٹھی جو الحکم میں شائع ہوئی تھی جس میں گولڑوی صاحب کی حقیقت آشکار کی گئی تھی اس پر کچھ اعتراضات کئے۔ ان کے جواب حضرت مولوی صاحب نے دیئے۔

آپ نے عربی دانی نیز تفسیر نویسی کی بابت حضرت اقدسؑ کی پیشگوئیوں کا ذکر فرمایا نیز نص صریح سے حضرت اقدسؑ کی صداقت پر روشنی ڈالی یہ ضمیمہ پہلی بار حضرت مفتی محمد صادق صاحب ......کی کتاب واقعات صحیحہ کے ساتھ شائع ہوا۔

(۱۱) اعجاز المسیح اور حضرت مسیح موعودؑ اور پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی

حضرت مولانا کا یہ کتابچہ بار اول مئی ۱۹۰۱ء میں ۳۵۰ کی تعداد میں ضیاء الاسلام پریس قادیان کی طرف سے شائع ہوا۔ جس کے کل ۳۶ صفحات ہیں یہ کتابچہ حضرت مفتی محمد صادق صاحب...... کی کتاب واقعات صحیحہ کے ساتھ شائع ہوا۔

مندرجات

پیر مہر علی کے ساتھ تفسیر کے لئے ۷۰ دن کی معیاد تھی۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہؑ نے ۲۰ ایام میں تفسیر مکمل کرلی۔ ۲۳ فروری ۱۹۰۱ء کو حضرت بانی سلسلہ احمدیہؑ کی تفسیر لطیف موسومہ اعجاز المسیح ڈاک کے ذریعہ مختلف مقامات کی طرف روانہ کر دی گئی۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہؑ کو اس سلسلہ میں الہام ہوا "دشمنوں کی فتح ہوگی خدا کی فتح بعد میں آوے گی۔"

چنانچہ پیر مہر علی صاحب اور مریدوں نے فرار اختیار کیا اور ظاہری فتح کی خوشیاں منائیں۔ تاہم تفسیر نویسی سے عاجز آ گئے اور یوں حضرت بانی سلسلہ احمدیہؑ کی سورہ فاتحہ کی تفسیر "اعجاز المسیح" دائمی طور پر

حضرت اقدسؑ کی فتح پر مہر ثبت کر گئی۔

حضرت بانی سلسلہ احمدیہؑ کو اس سلسلہ میں جو الہامات ہوئے چند ایک حسب ذیل ہیں:

"منعہ مانع من السماء"۔　　"ایک عزت کا خطاب"

تفسیر نویسی کے دوران حضرت بانی سلسلہؑ پر غیر معمولی بیماریوں کے حملے ہوئے اور فرمایا کہ "دوران تفسیر کئی مرتبہ یوں لگا جیسے جان ابھی نکل جائے گی مگر اس قادر نے اپنا کام کر کے دکھانا تھا۔"

اس کے علاوہ حضرت مولانا موصوف نے اس کتاب میں حضرت اقدس کی کرامات عربی دانی کے لحاظ سے آپ کی صداقت کے طور پر پیش فرمائے ہیں نیز معاندین کا جو انجام ہوا (جیسے بٹالوی، زٹلی، امرتسری، الٰہی بخش وغیرہ) کو بھی آپ کی صداقت کے گواہ کے طور پر پیش کیا ہے۔

(۱۲) خطبات کریمیہ

ملفوظات کریم حصہ اول: حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی کے ۱۲ خطبات پر مشتمل مجموعہ خطبات کریمیہ پہلی بار جنوری ۱۹۰۵ء میں حضرت مولانا موصوف کی زندگی میں شائع ہوا۔ ان خطبات کے ناشر، طابع اور مرتب مورخ احمدیت حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی..... تھے۔ اور یہ خطبات انوار احمدیہ پریس قادیان سے شائع ہوئے۔ کل صفحات ۷۰ ہیں۔ یہ وہ خطبات ہیں جو قبل ازیں اخبار الحکم قادیان میں ۱۹۰۰ء کے عشرہ میں شائع ہو چکے تھے۔ حضرت مولانا موصوف کے خطبات جمعہ کا موضوع زیادہ تر صداقت حضرت بانی سلسلہ احمدیہؑ وفات مسیحؑ، دین حق کے اخلاق و آداب اور ان کی ترویج، اصلاح احباب جماعت احمدیہ، سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم نیز..... صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی سیرت و سوانح رہا ہے۔ آپ کی نکات اور معارف کی عجیب شان ہوتی تھی۔ (خطبات از الحکم ۱۸۹۸ء تا ۱۹۰۶ء)

(۱۳) دعوۃ الندوۃ۔ ندوہ العلماء کی طرف ایک خط

ندوۃ العلماء الہند کے اجلاس منعقدہ ۱۹۰۲ء کے لئے یہ ضروری اہم، اور اصلاحی توجہ کے لئے خط حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی ...... نے لکھا یہ خط ضیاء الاسلام پریس قادیان سے حضرت حکیم فضل الدین صاحب بھیروی ...... نے شائع کیا۔

۲۸ صفحات پر مشتمل یہ خط نومبر ۱۹۰۲ء میں تحریر کیا گیا۔ ندوہ العلماء کے ناظم جناب منشی غلام حسین عارف صاحب کی طرف سے ایک اعلان جاری ہوا کہ دسمبر ۱۹۰۲ء میں کلکتہ میں اجلاس ہو رہا ہے اور اس اعلان میں خواہش کا اظہار کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہؑ اس میں شرکت فرماویں۔ تاہم اس اجلاس کے لئے حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نے ایک خط لکھا جس میں قوم کی توجہ حضرت امام الزمان کے دعویٰ کی طرف مبذول کرائی گئی　　اور نیز بتلایا گیا کہ امام الزمان کی شناخت کر کے مسلمانوں اور ملک کے شیرازہ کو بچالیں۔ نیز حضرت بانی سلسلہ احمدیہؑ　کی صداقت کی کچھ علامات بیان کیں۔ علاوہ ازیں ندوہ اور علی گڑھ کے اختلافات ختم کرنے کی تلقین کی گئی۔

(۱۴) خلافت راشدہ حصہ اول

یہ کتاب آپ نے ۳۰ ستمبر ۱۸۹۹ء کو تالیف فرمائی۔ پہلی بار سیالکوٹ سے ۱۴ جون ۱۹۰۰ء میں شائع ہوئی اس کتاب میں چار لیکچر ہیں۔ جن میں خلافت راشدہ کی صداقت ثابت کی گئی ہے نیز اثبات خلافت کے دلائل سے ردشیعیت کیا گیا ہے۔ تفصیل کچھ اس طرح ہے

۱۔ خلافت راشدہ جو کہ ۳۰ ستمبر ۱۸۹۹ء کی تالیف ہے۔ ۲۔ لیکچر اثبات خلافت شیخین۔ یہ لیکچر آپ نے جنوری ۱۸۹۶ء کو دیا جو کہ ۱۸۔ اپریل ۱۸۹۶ء کو شائع ہوا۔ ۳۔ شیعہ دوست مولوی غلام مرتضیٰ خاں کھیوڑہ کے "خطوط کے جوابات" نیز بعض دوسرے دوستوں کے خلافت کی بابت اعتراضات کے جوابات۔ مطبوعہ فروری ۱۹۰۰ء۔ ۴۔ خلافت راشدہ کی علامات اور اوصاف مطبوعہ فروری ۱۹۰۰ء۔ اس کتاب کے کل ۱۰۵ صفحات ہیں اور خلافت راشدہ اور نیز اثبات خلافت راشدہ من جانب اللہ کے دلائل سمجھنے کے لئے نہایت اہم کتاب ہے

(۱۵) خلافت راشدہ حصہ دوم المعروف فرقان

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی ...... کی آخری تصنیف ہے جو کہ آپ کے وصال کے دو ماہ بعد حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی .....نے شائع کی۔

اس کتاب کے ۲۷ صفحات حضرت مولوی صاحب مرتب کر چکے تھے جبکہ دو صفحات آپ کے وصال کے بعد حضرت عرفانی صاحب نے بعد میں شامل اشاعت کئے ان کا پیش لفظ حضرت عرفانی صاحب نے ۲۶ نومبر کو رقم فرمایا اور کتاب کی اشاعت دسمبر ۱۹۰۵ء میں عمل میں آئی۔

اس خط میں بھی خلافت راشدہ کا اثبات اور شیعہ اعتراضات کے جوابات دیئے گئے ہیں۔

ایک شیعہ نے اعتراضات کا خط حضرت حکیم مولانا نورالدین (خلیفہ المسیح الاول ......کی خدمت میں ارسال کیا آپ نے اس کے جواب کے لئے حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی کو ارشاد فرمایا۔ چنانچہ قرآن کریم سے شیعہ عقائد کا ردّ نیز خلفائے راشدین اور صحابہ کرام رضوان علیہم اجمعین کے ——— فضائل اور شان بیان کی گئی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلفائے راشدین و صحابہ کرام کے ساتھ محبت و اطاعت اور عشق کے نمونے پیش کئے گئے ہیں۔ آپ کی یہ آخری تصنیف ہے۔آپ کے وصال کے بعد (اخبار الحکم اور البدر ۱۹۰۵ء نومبر دسمبر و جنوری تا دسمبر ۱۹۰۶ء) بعض مضامین و تحریرات شائع ہوتی رہیں۔

خاکسار نے کوشش کی ہے کہ آپ کی کتب کا ذکر ہو جائے تاہم ابھی مزید تحقیق کی گنجائش ہے۔

نتیجہ امتحان انصار اللہ سہ ماہی اول ۲۰۰۰ء

امتحان سہ ماہی اول ۲۰۰۰ء میں پاکستان کی ۲۶۰ مجالس کے ۳۸۶۶ انصار نے شرکت کی۔ نمایاں پوزیشنیں حاصل کرنے والے انصار درج ذیل ہیں :۔

اول : مکرم قریشی فصیح الدین احمد صاحب نارتھ کراچی **دوم** : مکرم عزیز احمد طاہر صاحب ٹوبہ ٹیک سنگھ

سوم : مکرم محمد اصغر عتیق صاحب دار الحمد فیصل آباد۔

خصوصی گریڈ 'اے' حاصل کرنے والے انصار کے اسماء درج ذیل ہیں :

ربوہ مکرم مبارک احمد خاں صاحب دار النصر شرقی۔ مکرم مرزا غلام احمد صاحب دار الصدر شمالی ربوہ۔ مکرم عبد الرشید منگلا صاحب دار الرحمت شرقی الف۔ مکرم پروفیسر محمد سلطان اکبر صاحب حلقہ القمر دار الصدر غربی۔ مکرم بشیر احمد شاہد صاحب۔ دار الصدر غربی۔ مکرم محمد ابراہیم شاد صاحب دار العلوم غربی۔

فیصل آباد مکرم محمد اشرف کاہلوں صاحب دار لذکر۔ مکرم ملک محمد سجاد اکبر صاحب دار الذکر۔ مکرم انعام اللہ ہاشمی صاحب دار الذکر۔ مکرم ڈاکٹر بشیر حسین تنویر صاحب دار الحمد۔ مکرم میر عبد الرحمٰن صاحب دار النور۔ مکرم لیاقت علی صاحب دار النور۔ اسلام آباد مکرم عبد المنان فیاض صاحب اسلام آباد شمالی۔ مکرم حمید المجاہد حامد صاحب اسلام آباد شمالی۔ مکرم ایم اے لطیف شاھد صاحب اسلام آباد جنوبی۔ مکرم رفیق احمد سعید صاحب اسلام آباد جنوبی کراچی مکرم منصور احمد لکھنوی صاحب کراچی شرقی۔ مکرم عبد الرشید سماٹری صاحب عزیز آباد کراچی۔ لاھور مکرم محمد منظور احمد خاں ایاز صاحب بیت الاحد۔ مکرم سید محمد شاہ صاحب ٹاؤن شپ۔ مکرم میاں عبد المالک صاحب گلشن راوی۔ حافظ آباد مکرم ڈاکٹر چوھدری ناصر احمد جاوید صاحب۔ مردان مکرم شریف احمد اشرف صاحب۔ ڈیرہ غازیخاں مکرم رفیق احمد صاحب سول لائن۔ ضلع گوجرانوالہ مکرم شریف احمد صاحب منڈیالہ ضلع گوجرانوالہ۔ راولپنڈی صدر مکرم مسعود عامر صاحب۔ جڑانوالہ ضلع فیصل آباد مکرم عبد المجید انور صاحب۔

اللہ تعالیٰ یہ کامیابی مبارک کرے اور علم و معرفت میں مزید ترقیات سے نوازے آمین۔

(ڈاکٹر عبد الخالق خالد قائد تعلیم مجلس انصار اللہ پاکستان)

انتخاب از کلام حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام

کے تواں کردن شمار خوبی عبدالکریم   آنکہ جاں داد' از شجاعت' بر صراط مستقیم

عبدالکریم کی خوبیاں کیونکر گنی جا سکتی ہیں جس کی شجاعت کے ساتھ صراط مستقیم پر جان دی

حامی دیں' آنکہ یزداں نام او لیڈر نہاد   عارف اسرار حق' گنجینہ دین قویم

وہ دین حق کا حامی تھا اس کا خدا نے لیڈر نام رکھا تھا وہ خدائی اسرار کا عارف تھا اور دین متین کا خزانہ

صدق ورزید و' بصدق کامل واخلاص خویش   مورد رحمت شد اندر درگہ رب علیم

اس نے سچائی کو اختیار کر لیا تھا اور اپنے اخلاص اور صدق کی وجہ سے رب علیم کی درگہ میں رحمت کا مورد بن گیا تھا

گرچہ جنس نیکواں' ایں چرخ بسیار آورد   کم بزاید مادرے' با ایں صفا دریتیم

اگرچہ آسمان نیکوں کی جماعت بکثرت لاتا رہتا ہے مگر ایسا شفاف اور قیمتی موتی ماں بہت کم جنا کرتی ہے

مدتے در آتش نیچر فرو افتادہ بود   ایں کرامت بیں' کہ از آتش بروں آمد سلیم

ایک مدت تک وہ نیچریت کی آگ میں پڑا رہا مگر اس کی یہ کرامت دیکھ کہ آگ سے سلامت نکل آیا

زیں عجب تر آنکہ در صحبتم در چند روز   مظہر اسرار حق شد' عارف راز قدیم

اس سے بھی عجیب تر بات یہ ہے کہ وہ میری چند روز کی صحبت میں اسرار الٰہی کا مظہر اور ازلی رازوں کا عارف ہو گیا

گوہرش' چوں آب و تابے داشت' از فہم رسا   ہرچہ ماگفتیم' داخل شد دراں طبع فہیم

اس کی فطرت چونکہ فہم رسا کی آب و تاب رکھتی تھی اس لئے جو کچھ بھی کہتے تھے وہ اس کی زیرک طبیعت میں داخل ہوتا جاتا تھا

دل بدرد آمد ز ہجر ایں چنیں یکرنگ دوست   لیک خوشنودیم بر فعل خداوند کریم

اگرچہ ایسے یک رنگ کی جدائی سے دل کو تکلیف ہے لیکن ہم خداوند کریم کے فعل پر راضی ہیں

(اخبار البدر ۹ فروری ۱۹۰۶ء)

Monthly Ansarullah
EDITOR : NASRULLAH KHAN NASIR
Regd. No. CPL – 92 July, 2000

ہزاروں نشان میری تصدیق کے لئے ظاہر ہوئے ہیں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"تعجب کہ کس طرح ہمارے مخالف باوجود بہت سے اختلافات کے جو مسیح موعود کے بارے میں ہر ایک فرقہ کی حدیثوں میں پائے جاتے ہیں اور بالاتفاق اس کو امتی بھی قرار دیا گیا ہے اس بات پر مطمئن ہیں کہ ضرور مسیح آسمان سے ہی نازل ہو گا حالانکہ آسمان سے نازل ہونا خود غیر معقول اور خلاف نص قرآن ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے قُلْ سُبْحَانَ رَبِّی ھَلْ کُنْتُ اِلَّا بَشَراً رَّسُوْلاً (بنی اسرائیل:۹۴)

پس اگر بشر کے جسم عنصری کا آسمان پر چڑھانا عادت اللہ میں داخل تھا تو اس جگہ کفار قریش کو کیں انکار کے ساتھ جواب دیا گیا۔ کیا عیسیٰ بشر نہیں تھا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بشر ہیں۔ اور کیا خدا تعالیٰ کو حضرت عیسیٰ کو آسمان پر چڑھانے کے وقت وہ وعدہ یاد نہ رہا کہ اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ کِفَاتًا اَحْیَاءً وَّ اَمْوَاتاً (المرسلات:۲۶۔۲۷) مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آسمان پر چڑھنے کا جب سوال کیا گیا تو وہ وعدہ یاد آگیا۔ اور جس کو علم کتاب اللہ ہے وہ خوب جانتا ہے کہ قرآن شریف نے اپنے قول سے حضرت عیسیٰ کی وفات کی گواہی دے دی ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فعل سے یعنی اپنی رویت کے ساتھ اسی شہادت کو ادا کر دیا ہے۔ یعنی بیان کر دیا ہے کہ آپؐ نے حضرت مسیح کو وفات شدہ انبیاء کی جماعت میں دیکھا ہے۔ پھر باوجود ان دو گواہیوں کے تیسری گواہی خدا سے الہام پا کر میری ہے۔ ...... دیکھو میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ہزاروں نشان میری تصدیق کے ظاہر ہوئے ہیں اور ہو رہے ہیں اور آئندہ ہوں گے۔ اگر یہ انسان کا منصوبہ ہوتا تو اس قدر تائید اور نصرت اس کی ہرگز نہ ہوتی .... اے نادانو! اور عقل کے اندھو! اور انصاف اور دیانت سے دور رہنے والو! ہزارہا پیشگوئیوں میں سے اگر ایک یا دو پیشگوئیوں کا پورا ہونا تمہاری سمجھ میں نہیں آسکا تو کیا تم اس عذر سے خدا تعالیٰ کے سامنے معذور ٹھہر جاؤ گے۔ توبہ کرو کہ خدا کے دن نزدیک ہیں اور وہ نشان ظاہر ہونے والے ہیں جو زمین کو ہلا دیں گے۔"

(حقیقۃ الوحی۔ روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۴۷۔۴۸)